ضرورت ہے کہ اب طرزِ فغاں بلبل بدل ڈالے

وقت کا پیغام

عصرِ حاضر سے ہم آہنگ دس نئی تقریروں کا حسین مجموعہ

- مدارس اسلامیہ وقت کی اہم ضرورت
- اسلام امن وسلامتی کا ضامن
- مدارس کو درپیش خطرات اور اُن کا حل
- اسلام وہ پودہ ہے، کاٹو تو ہرا ہوگا
- ایک ہوجائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
- اُسوۂ حسنہ • نماز • عید الفطر
- روزہ • عید الاضحیٰ

عبد الحلیم بستوی

فاضلِ دار العلوم دیوبند

زمزم بک ڈپو دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضرورت ہے، کہ اب طرزِ فغاں بلبل بدل ڈالے

وقت کا پیغام

عصر حاضر سے ہم آہنگ دس تقریروں کا

حسین مجموعہ

مؤلف

عبد الحلیم قاسمی بستوی

ناشر

زم زم بک ڈپو دیوبند



نام کتاب	:	وقت کا پیغام
نام مؤلف	:	عبدالحلیم قاسمی بستوی
باہتمام	:	اسعد واجدی
کمپیوٹر کتابت	:	(محمد عیاض قاسمی، محلہ خانقاہ، دیوبند، فون 22031)
طباعت	:	یاسر ندیم آفسیٹ پریس، دیوبند
سن طباعت	:	رجب المرجب ۱۴۲۳ھ مطابق ستمبر ۲۰۰۲ء
تعداد	:	گیارہ سو
صفحات	:	۱۸۴
قیمت	:	

ناشر

زم زم بک ڈپو دیوبند

فہرست عناوین

انتساب

☆ مادرِ علمی دارالعلوم امدادیہ ممبئی کے نام، جس کی آغوش شفقت میں زبان وبیان کی گرہیں کھلیں۔

☆ ازہرِ ہند دارالعلوم دیوبند کے نام، جس کی علم دوست اور روح پرور فضا نے، میرے احساس وشعور کو بیدار کیا، اور جس کے فیضانِ صحبت سے کچھ کرگذرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔

☆ اپنے تمام مشفق اساتذہ، رحم دل سرپرستوں اور مہربان والدین کے نام، کہ ان حضرات ہی کی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے طفیل، یہ تحریری کاوش معرضِ وجود میں آئی۔

☆ اُن جواں مرگ، ولی صفت بھائی (ماسٹر محمد مصطفی صاحب مرحوم) کے نام جو تاحیات احقر کی کامیابیوں اور علمی ترقیوں کے لیے دعاگو بھی رہے اور سرگرم عمل بھی ....

عبدالحلیم بستوی

صدائے دل

خالقِ کائنات نے انسان کو ممتاز اوصاف اور گوناگوں خصائل سے نوازا ہے، مبدأ فیض سے بشریت کو بے شمار انعامات وامتیازات ہم دست ہوئے ہیں، اور سب سے نمایاں وصف انسان کی کرامت اور اُس کی برتری ہے، جسے قرآنِ کریم نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ آدَمَ" الآية.

انسانی خصوصیات میں سے، ایک اہم اور منفرد خاصیت زبان وبیان کا ملکہ 'اور اظہارِ مافی الضمیر' کا طریقہ ہے، چناں چہ ابتدائے آفرینش ہی سے خطابت نے اپنا سکہ جمایا اور انسانوں کو، اپنے دامن سے وابستگی پر مجبور کردیا، تقریر حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت وتبلیغ کا "ہتھیار" ہے، تقریر نے ہزاروں مردہ دلوں میں زندگی کا صور پھونکا، خطابت سے سرد سینوں میں آتشِ عزم فروزاں ہوئی، تقریر کی برکت سے پژمردہ قلوب کو باد بہاری ملی، اور زبان وبیان کی کرم گستری سے گم گشتہ راہ لوگوں کو ایمان ویقین کی شاہ راہ نصیب ہوئی۔

پوری دنیا اس حقیقت کی معترف ہے، کہ مخاطب کو منوانے، اُسے کوئی بات سمجھا کر اُس کے ذہن میں اتارنے اور ہم کلام انسان کو مطمئن کرنے کے لیے، تقریر سے زیادہ مؤثر کوئی اور تدبیر نہیں ہے۔ خطابت سے کسی بھی واقعے کی عمدہ طور پر عکاسی ہوتی ہے، تقریر براہِ راست لوگوں کے دلوں پر دستک

دیتی ہے۔ تقریر سے انسانی قلوب میں سوز و تپش کی تخم ریزی ہوتی ہے اور زورِ بیان سامعین کے ذہن و دماغ پر حکم رانی کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے، کہ ہر قوم نے خطابت کی طرف خاص توجہ دی، سرمایۂ تقریر کو سینے سے لگایا اور دل و جان سے اس عظیم نعمت کی قدر کی۔

اور نتیجہ یہ ہوا، کہ اقوامِ عالم میں چوٹی کے مقرر پیدا ہوئے، بے مثال خطیبوں نے جنم لیا، اور با اثر واعظین کی طویل ترین فہرست منصۂ شہود پر آئی، ساتھ ہی ساتھ حالات کے رخ اور زمانے کی جہت کے پیشِ نظر، تقریر و خطابت کی بے شمار کتابیں بھی میدانِ تصنیف کا اہم موضوع رہیں۔

پیشِ نظر کتاب (بنام "وقت کا پیغام") میں بھی، عصرِ حاضر کے انقلابات و تغیرات، گردشِ زمانہ کے احساسات و جذبات اور حالاتِ حاضرہ کی تعبیر اور اُس کے تاثرات پر مبنی چند اہم موضوعات کو تحریر کی لڑی میں پرویا گیا ہے۔

کتاب میں سلگتے مسائل کی نشان دہی کی گئی ہے، مستقبل قریب کے خطرات سے باخبر کیا گیا ہے، اور پوری دنیا میں، مسلمانوں کے خلاف تیار کی جانے والی ناپاک اسکیموں اور منصوبہ بند سازشوں سے آگاہ کرایا گیا ہے، اس کی بعض تقریروں میں یہ پیغام بھی دیا گیا ہے، کہ سر دست ایمان کے تحفظ کا کیا راستہ ہے؟ اسلام کی حفاظت کس طرح ہوگی؟ مدارسِ اسلامیہ کی کردار کُشی پر روک لگانے کے لیے، کون سے اسباب و وسائل اختیار کیے جائیں؟ ساتھ ہی ساتھ پوری ملتِ اسلامیہ کو یہ پیغام بھی دیا گیا ہے، کہ

اٹھ جاؤ ورنہ حشر نہ ہوگا دوبارہ پھر
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

یہ کتاب درحقیقت اُن دوستوں اور ساتھیوں کے احسان کا نتیجہ ہے، جو سالِ رواں اپنی اپنی انجمنوں کے اختتامی پروگرام میں، بہ حیثیت خطیب شرکت کے متمنی تھے، کئی احباب نے؛ بل کہ اُن کے حسن ظن نے مجھ سے تقریر لکھنے کی فرمائش کی اور اتنا زور دیا، کہ میرے لیے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی، ساتھیوں کے اصرار اور اس سے بڑھ کر اُن کی لگن، شوقِ خطابت اور شرکتِ مسابقہ کے حوصلہ کو دیکھ کر جو کچھ بھی مجھ سے بن سکا، اس کی انجام دہی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا گیا۔

خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہردم
انیسؔ ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

الحمدللہ نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر ساتھیوں نے اپنی اپنی انجمن کے تحت ہونے والے مسابقوں میں پوزیشن سے کامیابی حاصل کی، جس میں مدنی دار المطالعہ اور طلبۂ ضلع بستی کی مایۂ ناز انجمن تہذیب الکلام کے تقابلی مسابقے خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

سچ پوچھیے، تو اِن کامیابیوں نے جہاں ایک طرف بزمِ احباب کو خوشی اور سرمستی کا موقع فراہم کیا، انھیں گراں قیمت انعامات دلوائے، تو دوسری طرف اُن کی کامیابی نے میری ہمت کو توانائی عطا کی، انھیں ملنے والی داد و دہش سے میرے افکار و احساسات قوی ہوئے، عزم و حوصلے بلند ہوئے اور دیگر ساتھیوں کے استفادے کی غرض سے، کچھ کر گذرنے کی امنگ جواں ہوگئی۔

اور سونے پہ سہاگا یہ ہوا، کہ بزمِ ہستی کے چند مخلصوں اور ہم وطن

دوستوں نے ، احباب کو دی گئی، مختلف تقریروں کو جمع کر کے کتابی شکل میں منظر عام پر لانے کا بہی خواہانہ اور قیمتی مشورہ دیا ساتھ ہی ساتھ اپنے تمام تر تعاون سے نوازنے کا وعدہ بھی کیا۔ جن میں مولوی محمد اکرم بستوی، مولوی مقصود احمد بستوی، مولوی سہیل احمد بستوی اور مولوی ذاکر حسین وغیرہم قابلِ ذکر اور لائق صد شکر ہیں، اور ہوا بھی یہی، اِن حضرات نے حسب وعدہَ اپنے گراں قدر تعاون سے نوازا، اور اس کتاب کی تیاری میں ہر طرح سے میرا ساتھ دیا، اللہ پاک انھیں اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائیں۔

اخیر میں انتہائی وضاحت کے ساتھ عرض یہ ہے، کہ احقر کی یہ طالب علمانہ کوشش ہے، نسیان حیات انسانی کا جز ہے (ہر چند کہ دقتِ نظر سے صحتِ کلام کی رعایت کی گئی ہے) اس لیے پورے ادب کے ساتھ اپنے بڑوں، بزرگوں اور سرپرستوں سے درخواست ہے، کہ کتاب پسند خاطر محسوس ہو، تو حوصلہ افزائی فرمائیں گے، اسی طرح کوئی کمی اور کوتاہی نظر آئے، تو اُس کی نشان دہی بھی، تمام قارئین سے بھی درخواست ہے، کہ وہ ناچیز مؤلف اور اس کے جملہ کرم فرماؤں کو دعاؤں اور نیک تمناؤں میں یاد رکھیں گے۔

والسلام

عبدالحلیم بن محمد حنیف بستوی

متعلم شعبۂ افتاء، دارالعلوم دیوبند ۱۴۲۳ھ

الٰہی دے مجھے طرزِ تکلم، میری آواز کو تو زندگی دے
مجھے افکارِ صالح کر عطا تو، میری تحریر کو تو روشنی دے

تقریر وخطابت کے چند اہم نکات

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے، کہ تقریر وخطابت انتہائی زود اثر، دیرپا اور فکر انگیز ملکہ ہے، تقریر کبیدہ دل انسانوں کے لیے، مرغ سحر کا، کام کرتی ہے، خطابت اور زورِ بیانی خوابیدہ صلاحیتوں کو اُبھارنے اور جلا بخشنے میں کلیدی رول ادا کرتے ہیں۔

اہمیت خطابت کے پیش نظر کہنہ مشق اور قادر الکلام مقرروں نے تقریر کے بہت سے اصول وضوابط مرتب کیے ہیں، اور بزم خطابت کی سحر کاری اور شعلہ بیانی کے حوالے سے، کئی اہم قواعد ونکات کی نشان دہی کی ہے، مثلاً:

۱ جس موضوع یا جس عنوان کے تحت ہمیں تقریر کرنا ہے، سب سے پہلے اُس موضوع کے لیے اپنے ذہن اور فکر کو خالی کرلیں، زیادہ بہتر یہ ہے کہ دماغی طور پر اس کے تکرار کا اہتمام کیا جائے، کہ اس سے زبان وبیان میں سلالت، اور تقریر میں روانی اور شیرینی پیدا ہوجاتی ہے۔

۲ پھر یہ کہ تقریر کس طرح شروع کی جائے؟ اس کے لیے ضروری ہے کہ ابتدائی کلمات وملفوظات اس انداز کے ہوں کہ عوام کو اپنی طرف کھینچ لیں، اور پورا مجمع مکمل یک سوئی اور بیدار مغزی کے ساتھ ہمارا ہم سفر ہوجائے۔

۳ اندازِ بیان اس شان کا ہو، کہ سامعین کے قلوب پر دستک دے، اور

ان کے سرد سینوں میں، موضوع سے مناسبت ہی نہیں؛ بل کہ اُن کے دلوں میں آتشِ عشق فروزاں کرکے، انھیں یہ سوچنے پر مجبور کردے، کہ اُن کی ذرا سی بے توجہی اور عدم التفاتی بہت بڑی حرماں نصیبی کا پیش خیمہ ہوگی۔

۴ کسی مجمع میں تقریر کا طریقہ یہ ہے کہ آغاز گفتگو ہی میں گونج اور گرج سے اجتناب کرنا چاہیے، عوام ہمارے ہم رنگ ہوکر جب ہمہ تن گوش ہوجائیں، تو موقع اور محل کی مناسبت سے، تقریر میں جوش وخروش کی ضرورت ہوتی ہے۔

۵ لیکن اگر ہمیں کسی مسابقے میں، یا تقریری مقابلے میں شرکت کرنی ہو، تو ظاہر ہے وہاں وقت محدود رہتا ہے؛ اس لیے اس کا طریقہ یہ ہے، کہ آغاز گفتگو کے بعد متصلاً بتدریج سلاست بھی رہے اور جوش گفتار بھی، روانی بھی ہو اور شعلہ بیانی بھی۔

۶ اسی کے ساتھ مسابقے وغیرہ میں حصہ لینے والے احباب سے، ایک مخلصانہ درخواست یہ بھی ہے کہ ہم تمہیدِ طولانی اور مقدمات لایعنی سے گریز کریں، ورنہ اصل موضوع پر آتے آتے وقت ختم ہوجائے گا اور ممتحن ہماری تقریر پر انحراف موضوع کی مہر ثبت کردے گا۔

عوام الناس سے دوستانہ طرزِ خطاب ہو، اور کوشش یہ رہے، کہ ہماری کوئی تلخ اور کڑوی بات بھی، اُن کے ذہن ودماغ کے لیے، حلاوت وشیرینی کی موجب بن جائے۔

۸ بزرگوں نے ایک اہم نکتہ یہ بھی بیان فرمایا ہے، کہ معاشرے کی خرابیوں، اور اُس میں پیدا شدہ بیماریوں کے علاج کا بہتر اور مؤثر طریقہ یہ

ہے، کہ انداز گفتگو اس طرح کا ہو: مثلاً:
ہم یہ غلطیاں کررہے ہیں، ہمارے اندر یہ کوتاہیاں ہیں، اور ہمیں اِن بیماریوں کو دُور بھگانا ہوگا، وغیرہ وغیرہ، آپ اور تم سے مخاطب کرنے کے بجائے، عوام کے احساسات وجذبات کو ہم خیال، اور اُن کے خیالات کو ہم آواز بنانے کا یہ انتہائی اثر انگیز طریقہ ہے۔

۹ دورانِ تقریر موضوع سے ہم آہنگ اشعار سونے پہ سہاگا ہیں، اشعار سے تقریر میں کشش اور جان پیدا ہوجاتی ہے؛ اس لیے اس طرف بھی خاص توجہ دینی چاہیے۔

۱۰ تقریر میں ہم معنی الفاظ کے استعمال اور اخبار وانشاء اسی طرح استفہام وانکار پر مشتمل، مختلف النوع جملوں کے ضم وانضمام سے، تقریر کا لطف دوبالا ہوجاتا ہے، اور سامعین بھی مقرر کی اس رنگت کو دیکھ کر، بیدار مغز اور تازہ دم رہتے ہیں۔

۱۱ عمدہ بیانی کے لیے، ماہر انشاء پرداز اور تصنع سے پاک ادباء کی نام ور کتابوں کا مطالعہ بھی ایک ناگزیر ضرورت ہے، کہ اس سے معانی اور مواد سے لبریز الفاظ اور اُن کے استعمال کے لیے موزوں مواقع کی رہنمائی پر، خاطر خواہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

۱۲ دورانِ تقریر مقرر کے اشارات اُس کے چہرے کی سلوٹیں بانہوں کے زاویے اور آنکھوں کے ڈورے یہ الفاظ ہی کی طرح مجمع کے احساسات وجذبات کو برانگیختہ کرتے ہیں اور اُن کے خیالات کو آواز دیتے ہیں۔

ع۱۳ آواز کام یاب مقرر کی سب سے اہم ھتھیار ہے؛ اس لیے نوعمری ہی کے زمانے سے، تقریر کی مشق وتمرین میں، اس طرف خاص توجہ دینی چاہیے؛ تا کہ رفتارِ عمر کے ساتھ ساتھ ہم آواز کے زیروبم سے بھی واقف ہوجائیں، اوراس ھتھیار سے لیس ہوکر میدانِ زندگی میں قدم رکھیں

ع۱۴ تواضع وانکساری ایک اہم خوبی ہے؛ لیکن کسی عوامی جلسے اور بڑے مجمع کو خطاب کرنے کے لیے، اس بات کو دل میں جگہ دینا بھی ضروری ہے، کہ ہم عوام الناس کے سامنے تواضع نمائی اور اظہار حقارت سے گریز کریں؛ اس لیے کہ یہ چیز لوگوں کے حسن ظن اور اُن کی خوش اعتقادی کو بدظنی اور غلط گمانی میں تبدیل کردے گی۔

اور نتیجہ یہ ہوگا، کہ سامعین ہمیں سننا تو درکنار، دیکھنا بھی گوارہ نہیں کریں گے۔

بعض جگہ تو یہ صورتِ حال ہوگئی، کہ ایک خطیب نے اسٹیج پر آکر اپنی انکساری کی تشہیر کی اور اُن کے منھ سے یہ جملہ نکل گیا، کہ ہمیں تو کچھ آتا نہیں لیکن فلاں صاحب کا حکم ہوا اور لب کشائی کی جرأت کربیٹھا، عوام نے اُن سے دوٹوک بات کہی، کہ اگر آپ تقریر نہیں کرسکتے، تو یہاں آئے کیوں؟ اور اگر تقریر کرنا جانتے ہیں، تو ابھی آپ جھوٹ کیوں بول رہے تھے، کہ ہمیں آتی نہیں؛ اس لیے بہر دوصورت آپ ہمیں منظور نہیں ہیں۔

ع۱۵ مذکورہ بالا چیزوں کے علاوہ، کسی خطیب کے لیے سب سے اہم نعمت حافظے کی قوت ہے، اس کی طاقت وتوانائی کے لیے، ہر وہ صورت اختیار کی جائے، جس سے حافظے کو جِلا ملے، یادداشت کو

قوت نصیب ہو، اور محفوظات کو ابدیت کا تمغہ عطا ہو۔

ع۱۶ بہتر یہ ہوگا، کہ ہم آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ کو بلند آواز میں پڑھیں، کہ اس سے سامعین پر قرآن وحدیث کی اہمیت مزید عیاں ہوجاتی ہے۔

ع۱۷ اگر کسی آیت، یا حدیث، یا کسی جملے کو مکرر پڑھنے کی ضرورت محسوس ہو، تو اس میں تکرار کا عیب نہ سمجھنا چاہیے: بل کہ یہ بہتر اور موثر انداز ہے۔

یہ چند بنیادی گذارشات سپردِ قرطاس کردی گئیں ہیں، اللہ پاک ہم سب کو انھیں اپنانے اور اِن پر کاربند ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم.

تقریظ

امام المنطق والفلسفہ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب بستوی
استاذ تفسیر دار العلوم دیو بند

یہ ''وقت کا پیغام'' عزیزم مولوی مفتی عبد الحلیم سلّمہٗ بستوی کی چند ایمان افروز، روح پرور اور معلومات افزاء تقریروں کا ایک ایسا حسین گل دستہ ہے، جو ادبی اور علمی دھاگوں سے گوندھا گیا ہے، میں نے کم فرصتی کے باعث اس کے مسودے پر، کہیں کہیں طائرانہ نظر ڈالی ہے، میری نظر میں پسندیدہ اور حوصلہ افزائی کا مستحق ہے، یہ بھی عرض کردوں کہ عزیزم مولوی عبد الحلیم بستوی (زادہ اللّٰہ علما) دار العلوم میں ایک محنتی اور نمایاں طالب علم رہے ہیں، طلبۂ بستی کی انجمن کے پروگراموں میں، اُن کی تقریریں سُن چکا ہوں، شعلہ بیانی اور خوش گفتاری کے ساتھ طرزِ خطابت سے اندازہ ہوا، کہ مستقبل کے مقبول اور کام یاب مقرر ہوں گے، اگر تقریری مشق کا سلسلہ یوں ہی جاری رہا، تو اِن شاء اللہ آسمانِ خطابت کے نیرِ تاباں بنیں گے۔ ؎

مئے وحدت کا چڑھتا ہے سرور، آہستہ آہستہ
تھکا ماندہ پہنچ جاتا ہے دور، آہستہ آہستہ

عزیزم کی قلمی کاوش کی یہ ''بسم اللہ'' ہے، اگر اس کی قدر دانی اور عزت افزائی کی گئی، تو امید ہے کہ اس طرح کی مزید خدمت کے لیے ''قرطاس وقلم'' کی رونمائی بھی ہوتی رہے گی۔

دعاء ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور مزید خدمت کے لیے قلم کو توانائی عطا کرے، آمین۔

عبد الرحیم بستوی، استاد دار العلوم دیو بند

۱۰ر رجب ۱۴۲۳ھ

تقریظ

حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب گونڈوی، استاذ فقہ دار العلوم دیو بند

نحمدهٗ ونصلي علىٰ رسوله الكريم

تقریر وخطابت، مافی الضمیر کے بروقت اظہار کا منفرد اور موثر ترین ذریعہ ہے، ایک کام یاب مقرر، اپنے اسلوبِ خطابی اور سحر بیانی سے پتھر دلوں کو بھی موم بنا دیتا ہے، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے ''خطابت'' ہی کو دین خداوندی کی تبلیغ کا ذریعہ بنایا ہے، اور ان کے وارثین حضرات علماء عظام نے بھی بالعموم ''تقریر وخطابت'' ہی کو تبلیغ دین کا ذریعہ بنایا ہے؛ اس لیے علم دین کے طالبوں کے لیے، تقریر وخطابت میں مہارت پیدا کرنا بہت ضروری ہے؛ تاکہ وہ نائب رسول ہونے کی حیثیت سے، تبلیغ دین کا جو فریضہ اُن پر عاید ہونے والا ہے، کام یابی کے ساتھ اسے انجام دے سکیں۔ الحمد للہ! دار العلوم میں ضلعی اور صوبائی انجمنیں قائم ہیں، جن میں طلبہ ہفتہ واری تقریری پروگرام کرتے ہیں اور مشقیہ تقریروں کے ذریعے اپنی زبان وبیان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرتے ہیں۔

چوں کہ اِن ہفتہ واری پروگراموں میں شریک طلبہ کو، چند ہی منٹ بولنے کا موقع ملتا ہے؛ اس لیے اتنی مختصر اور جامع تقریر کی تیاری میں انھیں دُشواری پیش آتی ہے، اسی دُشواری کے پیش نظر عزیزم مولوی عبد الحلیم بستوی (متعلم شعبۂ افتاء دار العلوم دیو بند) نے مختلف عنوانات پر، چند تقریروں کا یہ مجموعہ مرتب کر کے طلبۂ مدارس کے لیے بہت آسانی پیدا کر دی ہے۔

ماشاء اللہ اس مجموعۂ تقاریر میں کافی اہم دینی مواد فراہم کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اس محنت کو قبول فرمائے، اور مزید علمی نگارشات کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔

مجیب اللہ گونڈوی (خادم تدریس دار العلوم دیو بند)

۱۰ر رجب ۱۴۲۳ھ

تأثرات

ادیبِ زماں حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی

استاذِ ادب وفقہ دارالعلوم دیوبند

نحمدهٗ ونصلي علىٰ رسوله الكريم

میرے سامنے اس وقت کتاب "وقت کا پیغام" ہے، یہ دس؁ اہم تقریروں کا مجموعہ ہے، جس میں مختلف عنوانات کے تحت تقریر کے نمونے پیش کیے گئے ہیں، آغازِ کتاب میں "تقریر وخطابت کے چند اہم نکات" کے عنوان سے، نوآموز مقرروں کے لیے، نہایت اہم اور قیمتی ضابطے درج ہیں، تقاریر کے موضوعات بھی، دورِ حاضر کے مدِ نظر اہل اسلام کی رعایت کرتے ہوئے مناسب اختیار کیے گئے ہیں، الفاظ کا انتخاب بھی سلیقہ مندی سے کیا گیا ہے، زبان بھی شستہ، شائستہ اور ٹکسالی ہے، مواد بھی خاصی اہمیت کا حامل ہے، کہ اسوۂ حسنہ کے ساتھ ساتھ سلگتے مسائل کی نشان دہی کی گئی ہے، مستقبل قریب کے خطرات سے باخبر کیا گیا ہے، نیز بعض تقاریر میں مسلمانوں کے خلاف تیار کی جانے والی ناپاک اسکیموں اور منصوبہ بند سازشوں سے بھی آگاہ کر دیا گیا ہے۔

الغرض نئی نسل کے شعلہ بیاں مقرر بننے کے لیے، دانہ دانہ چن کر عزیز مکرم مولوی عبدالحلیم بستوی سلّمہٗ (متعلم شعبۂ افتاء دارالعلوم دیوبند) نے اپنی انتھک کوششوں سے ایک بہترین قیمتی خرمن تیار کر کے، تقریر وخطابت کے شائقین کے لیے نہایت سنہری موقع فراہم کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے، کہ اس مجموعے کے مضامین عمدگی کے ساتھ، ادبی چاشنی بھی لیے ہوئے ہیں، اس لیے اس کی افادیت مزید دوبالا ہوگئی ہے، دراصل عزیز مؤلف ایک محنتی اور شوقین طالب علم ہیں، مادر علمی میں رہتے ہوئے، درسی کتب میں محنت کے ساتھ ساتھ انشاء اور خطابت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے، سالِ گذشتہ دارالکتاب دیوبند کی طرف سے ہونے والے تقریری مسابقے میں موصوف نے دوم پوزیشن بھی حاصل کی، جو ان کے ذوقِ خطابت کے اعلیٰ ہونے کا غماز ہے۔

موصوف کے اس ذوق کا رنگ اور ان کی محنت کا ثمرہ، اس مجموعے سے پوری طرح نمایاں ہے، دوسرے لوگ بھی اِن شاء اللہ اس کا عمدہ ذائقہ جلد محسوس کرلیں گے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کی افادیت کو دوبالا فرما کر، قبولیت عامہ سے نوازے، موصوف مؤلف کو اجر جزیل عطا کرے، اور مزید علمی خدمات کا موقع فراہم فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

خیر خواہ: عبدالخالق سنبھلی

استاد، دارالعلوم دیوبند

۱۰ ررجب المرجب ۱۴۲۳ھ

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی، مفتی دار العلوم دیو بند

الحمدللہ و کفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

یہ دیکھ کر دلی مسرت ہوتی ہے، کہ ہمارے نوجوان علمائے کرام میں زندگی کا خون دوڑنے لگا ہے، الحمدللہ یہ بیدار ہیں، خواب غفلت میں مدہوش نہیں ہیں۔

اِس وقت خاک سار کے سامنے عزیز سعید مولانا مفتی عبدالحلیم سلمہٗ اللہ تعالیٰ کی تقریروں کا ایک مجموعہ ہے، جو ''وقت کا پیغام'' کے نام سے موسوم ہے، آج کل کے اہم موضوعات، پر انھوں نے برجستہ چند تقریریں لکھ رکھی ہیں؛ تاکہ عوام مسلمانوں، بالخصوص نوجوانوں میں زندگی کا ولولہ پیدا ہو، اور اُن کے اعمال واخلاق سدھر جائیں۔

تقریریں ماشاء اللہ دل چسپ ہیں، ان میں جوش وخروش ہے، اور سوز وتپش بھی ہے اسی طرح زبان بھی شگفتہ اور سلیس ہے۔

میری دلی دعاء ہے، کہ برادرِ عزیز کی یہ چھوٹی سی پہلی کتاب، آئندہ علمی کمالات کا زینہ ثابت ہو، اور بتدریج اچھے لکھنے والوں میں اِن کا شمار ہو۔

عزیز موصوف کی یہ خدمت اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اِن کے لیے زادِ آخرت ثابت ہو۔ تاثیر کا قائل ہوں، محتاج کو داتا دے

دعاء گو، محمد ظفیر الدین غفرلہٗ (مفتی دار العلوم دیو بند)

۱۰ر رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

دعائے اقبال

عصر حاضر میں علامہ اقبالؔ کی یہ نظم مسلمانوں کے ہر اجتماع کی ضرورت ہے۔

یا رب دل مسلم کو، وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے
پھر وادیٔ فاراں کے، ہر ذرّے کو چمکا دے
پھر شوق تماشا دے، پھر ذوق تقاضا دے
محروم تماشا کو، پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے، اوروں کو بھی دکھلا دے
بھٹکے ہوئے آہو کو، پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو، پھر وسعت صحرا دے
پیدا دل ویراں میں، پھر شورش محشر کر
اس محمل خالی کو، پھر شاہد لیلا دے
اس دور کی ظلمت میں، ہر قلب پریشاں کو
وہ داغ محبت دے، جو چاند کو شرما دے
رفعت میں مقاصد کو، ہم دوش ثریا کر
خود داریٔ ساحل دے، آزادیٔ دریا دے
بے لوث محبت ہو، بے باک صداقت ہو
سینوں میں اجالا کر، دل صورت مینا دے
احساس عنایت کر، آثار مصیبت کا
امروز کی شورش میں، اندیشۂ فردا دے
میں بلبل نالاں ہوں، اک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو داتا دے

نعت پاک

عشق نبوی میں مست ہوکر،
حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہ
کی لکھی ہوئی شہرۂ آفاق، شاہکار نعت۔

کسی مجلس میں جب نعت شہ عالم سناتے ہیں
فضائیں رشک کرتی ہیں، فرشتے جھوم جاتے ہیں
شب معراج میں ختم رسل کا مرتبہ دیکھو
جہاں کوئی نہیں پہنچا، وہاں تک آپ جاتے ہیں
کوئی اعجاز تو دیکھے میرے قرآن ناطق کا
لقب امی ہے: لیکن علم کا دریا بہاتے ہیں
اترتے ہیں فرشتے آسماں سے پاس بانی کو
چرانے بکریاں صحرا میں، جب سرکار جاتے ہیں
پلٹ آتا ہے سورج ڈوب کر، حکم رسالت سے
اشارے سے اُسے، جب سرور عالم بلاتے ہیں
یہ ہے شان نبوت چاند ہوجاتا ہے، دو ٹکڑے
شہ کون ومکاں جب ہاتھ کی انگلی ہلاتے ہیں

اُبل پڑتا ہے چشمہ بن کے برتن میں جو پانی تھا
شہ دین انگلیاں جب ہاتھ کی اُس میں لگاتے ہیں
لگا لیتے ہیں ہم سرمہ سمجھ کر آنکھ میں اپنی
مدینے پاک کی جس وقت بھی ہم خاک پاتے ہیں
مرا دشمن بھی منھ کو پھیر کر، آنسو بہاتا ہے
مرے ہم دم، مری جب داستاں اس کو سناتے ہیں
لرز جاتا ہے، گل چیں، باغ باں بھی سہم جاتا ہے
چمن اجڑا ہوا اپنا اُسے جب ہم دکھاتے ہیں
مدینے کی جدائی اب بہت ہی شاق ہے ثاقب
نہ جانے کب تلک مولی مجھے طیبہ بلاتے ہیں

اسلام

امن وسلامتی کا ضامن

دنیا کے بے شمار ادیان و مذاہب کے بیچ، مذہب اسلام نے،
اپنی تعلیمات کی آفاقیت، اپنے پیغامات کی عظمت،
اپنے دامن کی بے پناہ وسعت اور اپنے مزاج کی حد درجہ نرمی اور سہولت کی
بنیاد پر، ایک منفرد اور نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔
مذہب اسلام نے ہمیشہ انسانیت نوازی کی تعلیم دی ہے،
امن وسلامتی کا نعرہ لگایا ہے، صلح وآشتی کی پاس داری کی ہے
اور ہم دردی ورواداری کا علم بردار رہا ہے۔
یہی وجہ ہے، کہ آج دنیا کے ہر خطے اور ہر گوشے میں اسلام کے نام لیوا
موجود ہیں، اور اسلام اُس دیار میں بھی برق رفتاری سے پھیل رہا ہے،
جہاں ہر دن ''شمع اسلامی'' کو بجھانے کے لیے نت نئی تدبیریں
اور جدید اسکیمیں بنائی جارہی ہیں۔
کیوں کہ......
ہمارے باغ میں امن واماں کے پھول کھلتے ہیں
ہمارا کام ہے انسان کو، انساں بنا دینا



نحمد الله العظيم ، وبه نستعين ، وصلى الله على خير خلقه محمد
وصحبه أجمعين أمّا بعد!!
فقد قال النبي صلى الله عليه وسلم
لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِه
(أو كما قال عليه الصلاة والسلام)

مجھے اے ہم نشیں! رہنے دے، شغلِ سینہ کاوی میں
کہ میں داغِ محبت کو، نمایاں کرکے چھوڑوں گا
جلانا ہے مجھے ہر شمعِ دل کو، سوزِ پنہاں سے
تری تاریک راتوں میں، چراغاں کرکے چھوڑوں گا

محترم حضرات اور سامعین کرام!
دنیا کے تمام ادیان ومذاہب کے درمیان ''مذہبِ اسلام'' اپنے انسانیت نواز پیغام میں منفرد ہے، حق گوئی اور راست بازی میں ضرب المثل ہے، بلند اخلاقی اور اعلیٰ کرداری میں، اسلام کو امتیازی شان حاصل ہے، امن واماں کی پاس داری اور تحفظ انسانیت میں، اسلام کی کوئی نظیر نہیں ہے۔
چناں چہ آپ تاریخ کی ورق گردانی کر ڈالیے، مذاہبِ عالم کا جائزہ لے لیجیے، دنیا کے تمام ادیان ودھرم کا مطالعہ کر ڈالیے......
اگر آپ کے پاس صحیح فہم وفراست ہوگی، آپ کا احساس بیدار ہوگا، آپ کی عقل وخرد زندہ ہوگی، عدل وانصاف نے آپ کو مس کیا ہوگا۔

تو آپ بر ملا یا اظہار کریں گے، کہ
"مذہب اسلام" کی نظیر نہ کل تھی، نہ آج ہے، اور نہ قیامت تک کوئی پیش کر سکے گا۔

اس لیے کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے، جہاں امن وسلامتی کی تعلیم دی جاتی ہے۔

اخوت و بھائی چارگی کا درس دیا جاتا ہے۔
انسانیت شناسی اور انسان نوازی کا جام پلایا جاتا ہے۔
ہم دردی ورواداری کی تلقین کی جاتی ہے۔
انسانی اخلاق واقدار کے تحفظ و پاس داری پر زور دیا جاتا ہے۔
مذہب اسلام میں امن وامان کے پھول کھلتے ہیں۔
صداقت وسچائی کی شجر کاری کی جاتی ہے۔
الفت ومحبت کی آب یاری کی جاتی ہے۔
اسلام میں عدل ومساوات کو فروغ دیا جاتا ہے۔
ایک دوسرے کی مزاج پرسی اور غم خواری مذہب اسلام کا خاص وصف ہے
اور پوری دنیا کو حق وانصاف کے رنگ میں رنگنا، اسلام کا "اساسی ہدف" اور "بنیادی مشن" ہے۔

مگر افسوس...... کہ آج کچھ ناعاقبت اندیش فرقہ پرست، اسلام کو دہشت پسند مذہب قرار دے رہے ہیں، مذہب اسلام پر رجعت پسندی اور بنیاد پرستی کا الزام تھوپا جا رہا ہے، پورے ملک میں اسلام مخالف مہم چھڑی ہوئی ہے۔

کبھی ہماری مسجدوں پر حملے ہو رہے ہیں
تو کبھی دینی اداروں کو ظلم وبربریت کا نشانہ بنایا جا رہا ہے
ایک طرف مدارس اسلامیہ کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دیا جا رہا ہے
تو دوسری طرف قرآن کریم جیسی مقدس کتاب میں حذف وترمیم کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔
شر پسند ہندوؤں کی طرف سے اسلام اور اسلامی تعلیمات پر یلغار ہو رہی ہے
غیر مسلموں کا یہ عقیدہ بن چکا ہے کہ اسلام دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے
اسلام کے زیر سایہ دہشت گردی پروان چڑھ رہی ہے۔
مدارس اسلامیہ میں، دہشت گردی کو فروغ مل رہا ہے
وہاں ملک دشمنی کا درس دیا جاتا ہے
اِن کور چشم پتھر پجاریوں کا یہ نظریہ ہے کہ اسلام کا دہشت گردی سے والہانہ لگاؤ ہے۔
اسلام افتراق وانتشار کا پیغام دیتا ہے
اسلامی تعلیمات ملک کی داخلی سلامتی کے لیے خطرہ ہیں
اور اسلام ہی کی وجہ سے ہندوستان مشکلات ومصائب کے نرغے میں ہے
آفات وحوادثات کی زد میں ہے
اسلام ہی ملک کے تقدم وترقی کی راہ کا، کانٹا ہے
اور اسلام ہی کی وجہ سے اس ملک کے عوام امن وامان سے محروم ہیں
اور اُن کا چین وسکون غارت ہے۔

محبت میں ہوتا ہے، مضموں ادق ہی
عداوت میں پھولوں کو بھی خار کہیے

حالاں کہ یہ تشدد پسند اچھی طرح جانتے ہیں، کہ چوری کرنے کے سلسلے میں اسلام کا اعلان یہ ہے: "السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ" اگر کسی مرد نے چوری کی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا، اور اگر کسی خاتون سے یہ غلطی سرزد ہو جائے، تو اس کی بھی یہی سزا ہے۔

اے اسلام کو امن دشمن کہنے والو...... اے اسلام اور دہشت گردی کو متصادم ٹھہرانے والو! آنکھیں کھول کر اسلام کی تعلیم دیکھو، کہ......

اگر اسلام میں امن نہ ہوتا۔
صلح و آشتی نہ ہوتی۔
انسانیت کی پاس داری نہ ہوتی۔
اور بقول تمہارے خدانخواستہ، خوانخواستہ......
اگر اسلام میں دہشت پسندی ہوتی۔
امن دشمنی ہوتی۔
انسانیت کی حق تلفی ہوتی۔
اسلامی تعلیمات ملک و ملت کے لیے وبالِ جان ہوتیں۔

تو بتاؤ اے عقل کے اندھو!

اسلام اپنے ماننے والوں کا ہاتھ کاٹتا؟
چوری کرنے پر اتنی سخت سزا دی جاتی؟
اسلام میں بدکاروں اور زناکاروں کو، کوڑے لگائے جاتے؟
ناحق لوٹ مار پر، پابندی عائد کی جاتی؟
اسلام قتل و غارت گری سے منع کرتا؟

نہیں، ہرگز نہیں؛ بل کہ، جس طرح دیگر ادیان و مذاہب میں اپنوں کے تئیں چشم پوشی کی جاتی ہے۔

دوستوں کے جرم پر، پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔
سزاوار ہم نواؤں کی رعایت کی جاتی ہے۔
مستحقِ عتاب ہم خیالوں کو رہا کر دیا جاتا ہے۔

اسلام میں بھی......

مجرم کے ساتھ رعایت کی جاتی۔
ظلم و ستم پر چشم پوشی کی جاتی۔
ناحق خوں ریزی اور قتل و غارت گری کے لیے کوئی قانون نہ بنتا۔
تشدد پسندوں کو رہا کر دیا جاتا۔
اور دہشت گردوں کو انعام سے نوازا جاتا۔

لیکن پوری اسلامی تاریخ کا مطالعہ کر ڈالیے، کہیں بھی آپ کو اسلام میں اونچ نیچ نہیں ملے گا، کسی بھی جگہ یک طرفہ معاملہ نہیں ہوگا۔

یہ عذرِ امتحانِ دردِ دل کیسا نکل آیا
الزام ہم اُن کو دیتے تھے، قصور اپنا نکل آیا

سامعین گرامی قدر!

اسے مسلمانوں کی بدقسمتی کہیے، یا ان ظالموں کی شقاوت و بربریت میں اضافے کا نام دیجیے، یا یوں کہیے کہ یہ عقل کے کورے، ہندوستان میں اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے فوائد سے ناآشنا ہیں، یہ مسلمانوں کے وجود کی اہمیت اور اسلامی مدارس کے قیام کی حقیقی افادیت سے لاعلم ہیں۔

یہ نہیں جانتے کہ جس دن اس ملک سے اسلام کا سایہ اٹھ جائے گا

اسلامی تعلیمات ناپید ہو جائیں گی

اسلامی احکامات کو بھلا دیا جائے گا

قرآنی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا جائے گا

فرمودات نبویہ کو امن وسلامتی کے لیے مانع تصور کیا جانے لگے گا

اس دن، ہندوستان سے امن وامان کا جنازہ اٹھ جائے گا

صلح وآشتی کا خاتمہ ہو جائے گا

اور نتیجہ یہ ہوگا، کہ

فتنہ وفساد کا راج ہوگا

وحشت ودہشت کا تسلط ہوگا

خطرات وساوس کا غلبہ ہوگا

ظلم وستم کی حکم رانی ہوگی

سیلاب وآندھیوں کی روانی ہوگی

کشت وخون کی ندیاں بہیں گی

آفت ومصیبت کی ہوائیں چلیں گی

اور اتنا ہی نہیں؛ بل کہ لال قلعے کی سرخی سیاہ ہو جائے گی

بلند وبالا قطب مینار زمیں بوس ہو جائے گا

ایوان حکومت میں زلزلہ آجائے گا

تخت وتاج بے نور ہو جائیں گے

انڈیا گیٹ کی خوب صورتی ختم ہو جائے گی

اور تاج محل کی چمک ماند پڑ جائے گی۔

اسلام ہی کے دم سے ہے، سر سبز گلستاں
دھنس جائے گا چمن، جو مسلماں نہ ہوں یہاں

اس ملک میں آج جہاں بھی امن وسلامتی کی فضاء دکھائی دے رہی ہے۔

سکون وراحت کی ہوا چل رہی ہے۔

اخوت وبھائی چارگی کی شمع جل رہی ہے۔

الفت ومحبت کا چراغ روشن ہے۔

ایثار وہم دردی کی قندیل ضوریز ہے۔

وہ صرف اور صرف اسلامی تعلیمات کی دین ہے، اسلام سے وابستگی رکھنے والوں کا فیض ہے، اسلامی نظریے کا احسان ہے، اور اسلام کے عادلانہ ومنصفانہ نظام کی مرہونِ منت ہے۔

بہار اب جو گلشن میں آئی ہوئی ہے
یہ ٹہنی ہماری لگائی ہوئی ہے

حضرات محترم!

سوچیے اور تصور کیجیے، کہ اسلام کا دہشت گردی سے کیا تعلق ہے؟ اسلام اور دہشت گردی میں کیا مناسبت ہے؟

یاد رکھیے! جس طرح زمین، آسمان سے علاحدہ ہے

دن، رات سے ممتاز ہے

اندھیرے اور اُجالے میں اختلاف ہے

علم اور جہالت میں فرق ہے

دانش منداور بےوقوف میں منافات ہے

انعام اور سزا میں تفاوت ہے

آگ اور پانی دو الگ الگ چیزیں ہیں

ٹھیک اسی طرح......

اسلام اور دہشت گردی میں تعارض ہے

اسلام اور بدامنی میں تناقض ہے

اسلام اور دعوئے افتراق میں امتیاز ہے

اسلام اور امن دشمنی میں دوری ہے۔

جب دن اور رات جمع نہیں ہو سکتے، پانی اور آگ ایک ساتھ نہیں رہ سکتے، انصاف پسند اور ظلم دوست کو ایک کہنا بے وقوفی ہے، تو بھلا بتائیے! اسلام اور دہشت گردی کیوں کر ایک ہو سکتے ہیں؟

اسلام اور دہشت گردی کو ایک سمجھنا نادانی ہے

اسلام کو دہشت گردی کا مقابل خیال کرنا حماقت ہے

اسلام اور دہشت گردی کو ایک پلڑے میں رکھنا تعصب وعداوت ہے

اسلام تو امن وسلامتی کا ضامن ہے

صلح وآشتی کا علم بردار ہے

اسلام نے ہمیشہ امن وسکون کی تعلیم دی ہے

محبت ومودت کا درس دیا ہے

اسلام نے اخوت وبھائی چارگی کی تلقین کی ہے

لوگوں کے دلوں میں ایثار وہم دردی کا جذبہ پیدا کیا ہے

اسلام نے ہر موڑ پر لوگوں کو اتحاد ویگانگت کا پیغام دیا ہے

اسلام نے انسان کو انسانیت سکھائی

تہذیب وتمدن کی راہ دکھائی

لوگوں کو آداب الفت کا جام پلایا

اسلام نے انسانوں کو درندگی اور حیوانیت سے باز رکھا،

فحاشی اور عریانیت سے دور رکھا

اور پوری دنیا سے ظلم وجور کا خاتمہ کر کے عفو وچشم پوشی کو حیات بخشی۔

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے، ایک اٹل نظریہ حیات کا نام ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات بھی ابدی اور سرمدی ہیں۔

سامعین گرامی قدر! اسلام کی تعلیمات اور اس کی ہم دردی ورواداری کا اندازہ، خود اسلام لانے والے کے طرز عمل سے ملاحظہ فرمائیں، اور اپنے انصاف پسند دل میں، اس بات کو جگہ دیں کہ اسلام ہی دنیا کا وہ واحد مذہب ہے، جس نے ہر موڑ پر امن وسلامتی کی تعلیم دی ہے، ہر محاذ پر صلح وآشتی کی پاس داری کی ہے، خوشی اور غضب ہر موقع پر اعتدال کی تلقین کی ہے؛ حتی کہ جنگ وجدال جیسے نازک مرحلے پر بھی تعدی اور اعتداء کو اسلام میں ناپسند قرار دیا گیا ہے۔

اسلام تو وہ امن پسند مذہب ہے، جس نے کفار مکہ جیسے خوں خوار ظالموں کو بھی معاف کر دیا۔

اسلام نے انھیں بھی حیات بخشی۔

جو اس کی راہ میں روڑے اٹکا رہے تھے۔

اسلام نے ان لوگوں پر بھی رحم کیا، جو اس کی کرن غارِ حرا تک محدود کرنے پر اڑے ہوئے تھے۔

اسلام نے ان لوگوں کو بھی زندگی کا پروانہ دیا، جو اس پودے کو زیرِ زمیں دفن کرنے کی گھات میں رہا کرتے تھے۔

اسلام نے انھیں بھی گلے لگایا، جو اسلام کے خلاف محاذ آرائی کیا کرتے تھے، جنھوں نے مسلمانوں کو مٹانے کی قسم کھا رکھی تھی۔

اور مذہب اسلام کو صفحۂ ہستی سے نابید کرنے کے لیے کمر بستہ تھے۔

اے اسلام کو امن دشمن کہنے والو! فتح مکہ کی تاریخ اٹھا کر دیکھو اور اسلام کے قدموں میں گر جاؤ، یہ واقعہ اسی دنیا میں پیش آیا، لوگوں کی آنکھوں نے دیکھا، دوست اور دشمن سب نے مشاہدہ کیا، کہ ایک وقت وہ بھی تھا، جب آں حضور ﷺ اور آپ کے جاں نثار ساتھیوں کو مکہ مکرمہ سے نکالا جا رہا تھا۔

وطن عزیز سے بھگایا جا رہا تھا

اعزا و اقارب سے بچھڑنے پر مجبور کیا جا رہا تھا

املاک و جائے داد سے محروم کیا جا رہا تھا

خوگر ظلم کافروں نے، مسلمانوں پر مکہ مکرمہ؛ بل کہ اس پورے خطے کی سرزمین تنگ کر دی تھی، خانۂ خدا کے دیدار سے محروم کر دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہم خیال مسلمانوں کو مکے سے نکالنا، اُن کا سب سے بڑا ہدف بن چکا تھا، اس وقت آپ اور آپ کے نام پر جان و دل قربان کر دینے والے صحابہ کرام نے، پہاڑوں میں رُو پوش ہو کر، غاروں میں چھپ کر اور دشمنوں کے تعاقب سے بچ کر، طرح طرح کی مصیبتیں جھیلیں، بھوک کی تپش

کو برداشت کیا، پیاس کی شدت پر صبر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ یثرب (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت فرمائی۔

اور ایک وقت وہ بھی تھا، جب سرزمین عرب میں انقلاب آیا۔

مسلمانوں کے حق میں فتح و کامرانی کا سورج طلوع ہوا۔

اہل اسلام ''سپر پاور'' بن کر ابھرے۔

ان میں انتقام کی قوت پیدا ہوئی۔

اور اس پوزیشن میں ہوئے، کہ اب کفار مکہ کو اُن کے مظالم کا مزہ چکھائیں۔

اُن سے ہر ظلم و ستم کا بدلہ لیں۔

اُن کی ہر ناروا حرکت کا جواب دیں۔

اللہ کی مقدس سرزمین کو، کافروں کے قبضے سے آزاد کرائیں۔

مکہ مکرمہ میں اسلامی علَم لہرائیں۔

اور خانۂ خدا کو اپنے سجدوں سے معمور کریں۔

اس موقع پر ہر مسلمان جذبۂ انتقام سے سرشار تھا، سب کے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی، جوشِ انتقام میں بار بار زبان پر یہ الفاظ آتے تھے: اَلْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ ، اَلْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ ، ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيْلِهٖ ، وَيُذْهِلُ الْخَلِيْلَ عَنْ خَلِيْلِهٖ .

اے کافرو! اے ہم سے ہمارے گھر چھیننے والو! اے بیت اللہ سے ہم کو بھگانے والے مشرکو! کل تمہاری باری تھی، آج ہماری باری ہے۔

کل تمہارا وقت تھا اور آج ہمارا وقت ہے

یاد رکھو! آج فرمانِ قرآن کے مطابق ہم تمہیں ایسی مار ماریں گے، ایسی ضرب لگائیں گے کہ تمہاری کھوپڑی سر سے الگ ہوجائے گی، ہمارا وار اِتنا خطرناک ہوگا کہ تم اپنے دوست واحباب کو بھی بھول جاؤ گے۔

حضرات محترم! سوچیے اور تصور کیجیے! سپاہیوں کی اس درجہ حوصلہ مندی اور اُن کے جرأت مندانہ کلمات پر فاتح مکہ کو تو آگ بگولہ ہوجانا چاہیے تھا۔

مسلمانوں کے جوش وجذبے کو دیکھتے ہوئے، خرمنِ اعداء پر آتش فشاں پہاڑ بن کر ٹوٹ پڑنا چاہیے تھا۔

سابقہ مظالم کے پیشِ نظر قتلِ عام کا حکم دے دینا چاہیے تھا۔

کیوں کہ فاتحین اقوام کا یہی طریقہ ہے

سربراہانِ مملکت کا یہی دستور ہے

شاہانِ دنیا اسی رسم ورواج پر کاربند ہیں

اور ملوکِ عالم کی اسی فطرت کو، قرآن حکیم نے اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے "إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً" بادشاہ اور فرماں روا جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں، فاتح بن کر کسی علاقے میں اُن کا ورود اور نزول ہوتا ہے، تو اُن کا کام یہ ہوتا ہے کہ "أَفْسَدُوهَا" وہ اس بستی کو تباہی وبربادی کے دہانے پر پہنچادیتے ہیں، اہلِ بستی کے نظم وانتظام کو تباہ وبرباد کردیتے ہیں، اور اسی پر بس نہیں؛ بل کہ قرآن کہتا ہے "وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً" اس سے آگے بڑھ کر، اُس علاقے کے باعزت لوگوں کو ذلیل ورسوا کرکے، ان کے ہاتھوں میں ذلت وخواری کا پرچم تھمادیتے ہیں "وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ" یہی چیز ان کا شیوہ اور ان کی فطرت بن چکی ہے، یہی

حکامِ عالم کا امتیاز قرار پایا ہے۔

فاتحین کے اِسی رویّے کی ترجمانی کرتے ہوئے اقبال مرحوم نے کہا ہے:

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرتِ انساں کی قبا چاک

اے اسلام اور دہشت گردی کو ایک پلڑے میں رکھنے والو! اے اسلام اور بدامنی میں اتحاد ویگانگت کا نعرہ لگانے والو! اور اے اسلام کو امن وسلامتی کا دشمن بتانے والو! آؤ...... اور فتح مکہ جیسے سنگین موقع پر اسلام کی تعلیمات کو دیکھو، اور انصاف کا چشمہ لگا کر خوب غور کرو، کہ اسلام نے یہاں بھی صبر وحلم کی تعلیم دی، اس نازک مرحلے پر بھی عفو وچشم پوشی کی تلقین کی۔

اور وہ بادشاہ، جسے غلاموں کی طرح بھگایا گیا تھا

وہ شہنشاہ، جسے یتیموں کی طرح نکالا گیا تھا

وہ عظیم فرماں روا، جس کے لیے مکے کی سرزمین تنگ کردی گئی تھی

اخوت ومحبت کا وہ نادر پیام بر، جس کے بدن پر غلاظت ڈالی گئی تھی

امن وسلامتی کا وہ علم بردار، جسے لوگ گالیاں دیتے تھے

صداقت وسچائی کی وہ شاہ راہ، جس میں کانٹے بچھائے گئے تھے

اور وہ، جو "خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر" کا حقیقی مصداق تھا

آج سارے مظالم کو بھلا کر ظلم وستم کی ہر کہانی پس پشت ڈال کر، تواضع وانکساری کو سینے سے لگا کر، امن وسلامتی کا پرچم لہراتے ہوئے مکے میں داخل ہوتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے "اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ، اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ، اَلْيَوْمُ يَوْمُ بِرٍّ وَّوَفَا" اے لوگو! آج معافی کا دن ہے، آج رحم

وکرم کا دن ہے، آج کے دن احسان ووفا کا معاملہ کیا جائے گا۔

دیکھو اسلام کو فتح مکہ کے دن
ظالموں پر ہے کس قدر رحم وکرم
کردیا معاف اُن کو بھی سرکار نے
جن کی فطرت میں تھا، صرف ظلم وستم

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش مکہ سے مخاطب ہوئے اور اُن سے پوچھا "یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ! مَا تَرَوْنَ إِنِّیْ فَاعِلٌ فِیْکُمْ؟"

اے قریشیو! جانتے ہو، میں آج تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا؟ پتہ ہے تمہیں؟ تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے گا؟

چوں کہ اللہ کے رسول بھی خانوادۂ قریش سے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی معاشرے میں نشو ونما پائی تھی؛ اس لیے کفار مکہ نے مزاج نبوت کی نرمی اور زبان رسالت کی حلاوت وشیرینی کو بھانپ لیا، اور سب نے یک زباں ہوکر کہا، کہ:

خدا نے آپ کو عزت، شرافت سے نوازا ہے
شریفوں سے، شرافت کی توقع رکھی جاتی ہے

اے اللہ کے رسول، ہم نے آپ جیسا کوئی حلیم نہیں دیکھا۔
آپ کی طرح کوئی کرم فرما نہیں دیکھا۔
کوئی ایسا انسان نہیں پایا، جو مرتبے اور رتبے میں آپ کے ہم پلہ ہو۔
آپ کی رحمت وشرافت ضرب المثل ہے۔
اس لیے ہمیں بھی آپ سے خیر اور معافی ہی کی امید ہے۔

حضرات گرامی!

غور سے سنیے اور انصاف کی زبان سے بتایئے، کہ اسلام امن دشمن ہے یا امن محافظ؟ اسلام صلح وآشتی کا مخالف ہے، یا اس کا علم بردار؟

آپ یقین کیجیے اگر اللہ کے رسول چاہتے تو......

اس دن ہزاروں تلواریں ٹوٹ جاتیں۔
بے شمار خنجروں کی دھاریں ختم ہوجاتیں۔
نہ معلوم کتنے نیزے بے کار ہوجاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہلکی سے ایماء پر، پورے مکے میں قتل عام ہوجاتا کشت وخون کی ندیاں بہہ جاتیں۔

اور آپ کے ایک اشارے پر نہ جانے کتنے قبیلوں اور خان دانوں کا صفایا ہوجاتا؛ لیکن آپ کے دست اقدس میں تو اسلام کا علم تھا، آپ کے سینۂ اطہر میں، اسلامی شمع فروزاں تھی، آپ کو تو اسلام کی شجر کاری اور آب یاری مقصود تھی، گلشن اسلام کی سرسبز وشادابی آپ کے پیش نظر تھی؛ چناں چہ آپ بھی کفار مکہ کی امیدوں پر کھرے اترے، اور انتہائی سکون ووقار کے ساتھ فرمایا "لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ، إِذْهَبُوْا وَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ ، لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ إِذْهَبُوْا وَأَنْتُمُ الطُّلَقَاء"

اے لوگو! آج تمہارا مواخذہ نہیں کیا جائے گا، آج تم پر کوئی دارو گیر نہیں ہوگی، جاؤ؛ تم سب کے سب آزاد ہو۔

اور سنو! کل جس نے مسلمانوں پر تلوار چلائی تھی؛ آج اسے ہم گلے لگائیں گے۔

جو سینوں میں خنجر گھونپتے تھے، انھیں سینے سے لگائیں گے۔
جو ہماری راہ میں کانٹے بچھایا کرتے تھے، ہم اُن کی راہ میں پھول نچھاور کریں گے۔
جو ہم پر اوجھڑیاں ڈالا کرتے تھے، ہم اُن پر گلاب چھڑکیں گے۔
جنھوں نے ہمارے قتل کی سازش کی تھی، آج ہم انھیں حیات آفریں جام پلائیں گے۔

قادر ہیں کہ ہر ظلم کا بدلہ ابھی لے لیں
لیکن یہ میرے دین کی تعلیم نہیں ہے

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارِ مکہ کی تسکین وتسلی کے لیے عام معافی کا اعلان کیا اور ارشاد فرمایا "مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَھُوَ اٰمِنٌ" جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے، اسے امن ہے۔ قریش نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ابوسفیان کا گھر کتنا بڑا ہے؟ ہم تو ہزاروں کی تعداد میں ہیں، ہم کیسے اس میں آسکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا "مَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَھُوَ اٰمِنٌ" جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے، وہ بھی مامون ہے۔ مشرکین نے پھر درخواست کی اے اللہ کے نبی! ہم بیوی بچے والے ہیں، ہماری آل واولاد ہے، چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، ہم حرم کی میں بھی نہیں آپائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا "مَنْ اَغْلَقَ بَابَهٗ فَھُوَ اٰمِنٌ" جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے بھی امان ہے۔

دیکھا آپ نے! یہ ہے اسلام کی تعلیم، اسلام کا منصفانہ نظام، اور امن وسلامتی کا واضح پیغام۔

حالاں کہ اگر اس وقت کفارِ مکہ سے انتقام لیا جاتا
مشرکین کو ان کے کیے کا بدلہ دیا جاتا
انھیں اُن کی نازیبا حرکتوں کا جواب دیا جاتا
تو یہ ظلم نہ ہوتا
یہ تعدی کے زمرے میں نہ آتا
اور کوئی بھی انصاف پسند اسے زیادتی کا نام نہ دیتا
اور نہ ہی کوئی دانش مند اسے دہشت گردی سے جوڑتا

اس لیے کہ کفار مکہ سزاوار تھے، مستحق عتاب تھے، مسلمانوں پر کیے ہوئے مظالم کی وجہ سے، انھیں سزا ملنی چاہیے تھی؛ مگر اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے، صبر واستقامت کا مظاہرہ کرکے، عقل وخرد کو فیصل بنایا اور حلم وبردباری سے کام لے کر، پوری دنیا کے سامنے، امن وسلامتی اور صلح وآشتی کا ایک بے مثال نمونہ پیش کیا، اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو یہ پیغام دے دیا، کہ اے لوگو!

امن کا لباس......اسلام میں ملے گا
عفت وعصمت کی چادر......اسلام میں ملے گی
ایثار وہم دردی کا سایہ......اسلام میں ملے گا
اور اخوت وبھائی چارگی کی گھنی چھاؤں......اسلام میں ملے گی۔

مزہ برسات کا چاہو، تو ان آنکھوں میں آبیٹھو
سیاہی ہے، سفیدی ہے، شفق ہے، ابر باراں ہے

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین

مدارس اسلامیہ

وقت کی اہم ترین ضرورت

مدارسِ اسلامیہ کی شکل میں، حضراتِ اکابر رحمہم اللہ کے جلائے ہوئے چراغ، اِس وقت طوفانی آندھیوں کی زد میں ہیں، طاغوتی طاقتیں ''بقائے اسلام کے ضامن'' اِن مدارس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے کمر بستہ ہیں۔

اور افسوس تو اس پر ہے، کہ کچھ ناعاقبت اندیش، ایمان فروش مسلمان بھی، باطل کی لَے میں لَے ملا کر، ملک دوستی اور انسان نوازی کا درس دینے والے اِن اداروں کو رجعت پسندی اور پس ماندگی کی آماج گاہ قرار دے رہے ہیں۔

وقت کا تقاضا یہ ہے، کہ مسلمان، مدارس ومکاتب کی اہمیت وافادیت کو سمجھیں، اور مدارس کا جال ہر ممکن وسیع کریں۔

اِنھیں حقیر سمجھ کر، نہ گل کرو یارو
یہی چراغ جلیں گے، تو روشنی ہوگی



الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسّلام علی سید المرسلین، محمد والہ وصحبہ أجمعین أما بعد!

فقد قال اللّٰہ تعالیٰ في کلامہ العزیز، أعوذ باللّٰہ من الشیطان الرّجیم

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ، لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

وطن کا ذرہ ذرہ ہے، یہاں اس بات پر شاہد
مدارس کے سپوت اِس ملک کے جاں باز غازی ہیں
سیاسی کھیل ہے، ورنہ یہ دشمن بھی سمجھتا ہے
کہ اسلامی مدارس مرکزِ کردار سازی ہیں

محترم حضرات اور سامعین کرام!

جب ہندوستان کی سرزمین پر، انگریزوں کا ناپاک سایہ پڑا، پورے ملک میں فرنگیوں نے اپنا جال بچھایا، وہ اپنی شاطرانہ اور عیارانہ چالوں سے برسر اقتدار ہوئے، ملک کے ہر خطے پر، اُن کا تسلط ہوا، انگریزوں نے باشندگانِ وطن کے گلے میں محکومی وغلامی کا پھندہ ڈالنا شروع کیا، ملک کی معصوم اور پاک باز خواتین، فرنگیوں کی عیاشی وعیش کوشی کا شکار ہونے لگیں،

اُن کی عفت وعصمت کی چادریں، انگریزوں کی ہوس پرستی کا نشانہ بن گئیں، انھوں نے ہندوستانیوں کے خون کو، اپنے پسینوں سے بھی کم تر خیال کرنا شروع کردیا، تو اس وقت ہر ہندوستانی کے دل میں، انگریزوں کی سفاکی وخوں ریزی سے رہائی، اور طوقِ غلامی سے نجات کا جذبہ پیدا ہوا۔

ہر شخص برسرِ پیکار تھا، اور ہر طرح کی جانی ومالی قربانی پیش کرنے کے لیے تیار، استقلال وحریت کی خاطر، سرفروشی کی ملک گیر تحریک چلائی گئی، اور ہر شخص یہ راگ الاپتا نظر آیا کہ:

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا، بازوئے قاتل میں ہے

لیکن وہ قوم......

جس سے انگریز حکمراں کانپتے تھے
وہ معاشرہ، جو فرنگیوں کی آنکھ کا کانٹا تھا
وہ برادری، جس کا وجود، انھیں بے چین کیے دے رہا تھا
وہ جماعت، جس کے اتحاد واتفاق سے فرنگیوں کی نیندیں حرام تھیں
وہ پارٹی، جس کے عزم واستقلال سے انگریزوں کا پایۂ تخت لرزہ براندام تھا
وہ یونین، جس کے دم خم سے برطانوی ایوان میں کھلبلی مچی رہتی تھی
وہ فریق، جسے انگریزوں نے اپنا ''دشمن'' منتخب کر رکھا تھا
وہ گروہ، جسے انگریز اپنا مدِ مقابل اور سب سے بڑا حریف خیال کرتے تھے
وہ لیگ، جس کی شجاعت وجواں مردی ضرب المثل بن چکی تھی

وہ صرف اور صرف، اس ملک کے باعزت، بلند ہمت اور عظیم المقاصد مسلمان تھے اور اس سے بڑھ کر، مسلمانوں کا مضبوط دینی اعتقاد، ان کا ٹھوس مسلکی مزاج اور اُن کے دلوں میں موجزن، پائے دار جذبۂ جہاد انگریز حکومت کے خاتمے کا سب سے بڑا ہتھیار تھا۔

ٹل نہ سکتے تھے، اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے

یہی وجہ ہے، کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کا سب سے بڑا ہدف یہ تھا، کہ ہندوستان سے قرآن اور علماء کو ختم کیا جائے، اُن کا بنیادی مشن یہ تھا، کہ علماء تیار کرنے والے مدارسِ اسلامیہ کے سلسلے کو بند کردیا جائے، ان مدارس کی کڑی کو ختم کردیا جائے، اور صفحۂ ہستی سے اسلامی مراکز کے نام ونشاں مٹا دیے جائیں۔

اللہ جزائے خیر دے، ہندوستان کے دور اندیش اکابر کو، مسلمانوں کے دور رس دینی مقتداؤں کو، جنھوں نے انگریزوں کی اِس مذموم سازش کے مضر اثرات کو بروقت بھانپ لیا، اِس وبا کے مہلک جراثیم کو تاڑ لیا اور انگریزوں کے اس ناپاک خواب کو شرمندۂ تعبیر ہونے سے روک دیا۔

حضرات اکابرؒ نے، اس ملک میں دین واسلام کے تحفظ وبقا کی خاطر جگہ جگہ مدارس کی بنیاد رکھی، ہندوستانیوں میں، ایمان ویقین کی شمع روشن رکھنے کے لیے، ہندوستان کے کونے کونے میں دینی مکاتب کا قیام فرمایا اور اپنے خونِ جگر سے ان دینی اداروں اور اسلامی مرغ زاروں کی آب یاری وآب پاشی کی۔

ہمارے پیش رو بزرگ، اچھی طرح جانتے تھے، کہ جب تک مسلمان
قرآن وسنت سے جڑیں رہیں گے۔
ان کے دلوں میں دین پر مر مٹنے کا جذبہ باقی رہے گا۔
جب تک ہندوستان میں یہ مدارس باقی رہیں گے۔
اسلام کی شمع روشن اور ضیا پاش رہے گی۔
جب تک دینی مکاتب آباد رہیں گے۔
مسلمان اپنے عقائد اور افکار وخیالات میں پختہ رہیں گے۔
اور اسی کی بدولت ہر میدان میں انھیں فتح وکامرانی نصیب ہوگی۔
مٹایا قیصر وکسریٰ کے استبداد کو، جس نے؟
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدر، فقرِ بوذر، صدق سلمانی

الحمدللہ! اُن بزرگوں کے لگائے ہوئے پودے، آج طاقت ور، تناور درخت کی شکل اختیار کر چکے ہیں، ملک کے ہر کونے میں اِن مدارس کے فیض کا دریا رواں ہے، اور یہ مدارس ہندوستان ہی نہیں؛ بل کہ پوری دنیا کو اپنی ضیا بار کرنوں سے منور کر رہے ہیں، اگر چہ......

بارہا فلک نے انھیں آنکھیں دکھائی
گردشِ وقت نے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی دھمکی دی
دشمنانِ اسلام نے ہر موڑ پر مخالفت کی
منکرین توحید نے دہشت گردی کا اڈہ قرار دیا
گاؤ پرستوں نے غیر ملکی سرگرمیوں میں ملوث بتلایا

مگر ان مدارس کے جاں باز سپوتوں نے دنیا کے ہر چیلنج کا مقابلہ کیا، ان

اداروں کے سرفروش جیالوں نے اپنی ایمانی فراست سے باطل کے ہر حربے کو ناکام بنایا، وقت کی تمام طوفانی آندھیوں کا سامنا کیا اور اِن مدارس کے تحفظ وبقاء کی خاطر، ہر طرح کی جانی ومالی قربانی پیش کی، انھوں نے اپنی جانیں تو گنوادیں، مگر فکر وتہذیب کے ان گہواروں پر کوئی آنچ نہ آنے دی، علم وہنر کے ان سبزہ زاروں کو کبھی سوکھنے نہیں دیا، اپنے ایمان ویقین کے لہو سے ان مدرسوں کی آب یاری کی، اور دار ورسن پر چڑھنے کے بعد بھی، ان ہی اداروں اور اسلامی قلعوں کا گیت گایا۔

علامہ اقبالؔ نے کیا خوب ترجمانی کی ہے:

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

حضرات محترم!

ان مدارس ومکاتب کی اہمیت وافادیت، میں آپ کو کہاں تک بتاؤں، حقیقت یہ ہے، کہ

اِن مدارس کی بدولت ہمیں ایمان نصیب ہوا
ان ہی اداروں سے ہمیں وحدانیت کا درس ملا
ان ہی مدارس کے طفیل اس ملک میں مسلمانوں کا تشخص وامتیاز باقی ہے
ان ہی مدارس سے شرمندگانِ ساحل کو بحرِ بے کراں نصیب ہوا
ان ہی اداروں نے گم گشتۂ راہ لوگوں کو، کفر وضلالت کی عمیق کھائی سے نکال کر، ہدایت وروشنی کے مرغ زاروں میں لا کھڑا کیا۔
اور یہیں سے تشنگانِ معرفت کو، علم ویقین کا آبِ حیات تقسیم ہوا۔

دنیا کے کسی بھی کونے میں، آج جو اسلامی علم لہرا رہا ہے، ایمان و یقین کی شمع جل رہی ہے، علم وحکم کا دریا بہہ رہا ہے، وہ ان ہی مدارس کا احسان اور ان کی دین ہے۔

اس بزم جنوں کے دیوانے ہر راہ، سے پہنچے یزداں تک
ہیں عام ہمارے افسانے، دیوار چمن سے زنداں تک
سو بار سنوارا ہے ہم نے، اس ملک کے گیسوئے برہم کو
یہ اہل جنوں بتلائیں گے، کیا ہم نے دیا ہے عالم کو

سامعین گرامی قدر!

آپ غور تو کیجیے، آج کسے دہشت گرد کہا جا رہا ہے؟
کن اداروں کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دیا جا رہا ہے؟
کن مراکز کو بنیاد پرستی کا طعنہ دیا جا رہا ہے؟

یہ مدارس.......... دین کے یہ قلعے .... ان پر دہشت گردی کا الزام......

افسوس صد افسوس!!! ارے یہ مدارس تو اس قابل تھے، کہ انھیں سے سینے لگایا جاتا، پلکوں پہ بٹھایا جاتا، انھیں پھلنے پھولنے کا موقع دیا جاتا، ان کی تعمیر وترقی میں ہر طرح کا تعاون کیا جاتا، ہر ممکن انھیں سرسبز وشاداب رکھنے کی کوشش کی جاتی۔

کیوں کہ یہی وہ مدارس ہیں، جن کی کوکھ سے جنم لینے والے علمائے کرام کی قربانیوں کے نتیجے میں ہندوستان آزاد ہوا۔

ان ہی مدارس سے نکل ہوئی تحریکات کی بدولت، اس ملک میں آزادی

کا انقلاب آیا۔

ان ہی مراکز کے جاں باز سپاہیوں کی جدوجہد کے بعد، باشندگان وطن نے سکون وراحت کا سانس لیا۔

انھیں خانقاہوں میں اللہ اللہ کی صدائیں بلند کرنے والے بزرگوں کی دعاؤں کے طفیل انگریزوں سے نجات اور رہائی نصیب ہوئی۔

لیکن آج یہی مدارس برادران وطن کی نگاہ میں، سب سے بڑے کھٹکے ہیں، ان دینی مراکز کا وجود ان کے حلق سے نہیں اتر رہا ہے، اور ان ہی اداروں کو یہ ملک کے تقدم وترقی کا سب سے بڑا مانع خیال کررہے ہیں۔

یوں دکھاتا ہے ہم کو نظر باغ باں
جیسے گلشن پہ کچھ حق ہمارا نہیں

دوستو! مجھے کہنے دیجیے، حقیقت بیانی کا موقع دیجیے، حقیقت تو تلخ ہوتی ہی ہے؛ مگر یہ بھی یاد رکھیے، کہ اظہار حقیقت میں تاخیر جرم ہے۔

سوال یہ ہے، کہ آج ہمیں یہ دن کیوں دیکھنے پڑے؟
شر پسندوں کو مدارس کے خلاف زہر افشانی کا موقع کیسے ملا؟
ان اداروں پر پابندی کا مطالبہ کرنے کی، ان میں ہمت کہاں سے آئی؟
مدارس کو غیر ملکی سرگرمیوں میں، ملوث ٹھہرانے کی جرأت کیوں کر ہوئی؟
اور ان مراکز دینیہ کو، بنیاد پرستی کا طعنہ قرار دینے کی ہمت کیسے ہوئی؟
کیا اس میں ہمارا قصور نہیں ہے؟
کیا یہ ہماری بے توجہی کے سبب نہیں ہے؟
کیا مدارس سے ہماری بے التفاقی کا اس میں دخل نہیں ہے؟

کیا ان باطل تحریکات میں ہماری غفلت ولا پرواہی کار فرما نہیں ہے؟

ہے......اور یقیناً ہے...........اور اس طرح ہے، کہ ان مدارس اسلامیہ کی اہمیت کو، ہم سے زیادہ غیروں نے سمجھا ہے، مکاتب دینیہ کی افادیت کو مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلموں نے محسوس کیا ہے، اور ان دینی اداروں کے فوائد ہم سے زیادہ غیروں پر عیاں ہیں، یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان ہی مدارس کے جیالوں نے، انگریز جیسی ظالم و جابر قوم کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا، اگر آج بھی مدارس کے یہ سپوت اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر لیں، آپسی اختلافات کو بھلا کر ملتِ اسلامیہ کے مفاد کو اپنا نصب العین بنالیں اور باہمی رنجش اور چپقلش کو بالائے طاق رکھ کر، احیاء دین پر اپنی تمام تر توجہات کو مرکوز کر لیں، تو جب اور جس وقت چاہیں یہ ہمارا کام تمام کر سکتے ہیں:

آبرو باقی تری ملت کی جمعیت سے تھی
جب یہ جمعیت گئی، دنیا میں رسوا تو ہوا

اسی لیے شاطر انگریز کی طرح ان کی بھی یہی کوشش ہے، کہ

ہندوستان سے مدارس و مکاتب کے سلسلہ کو ختم کر دیا جائے
دینی اداروں کو دہشت گردی کا اڈہ بتا کر، ان پر پابندی عاید کی جائے
انھیں ملک مخالف سرگرمیوں میں ملوث ٹھہرا کر، اپنے مشن سے روک دیا جائے
مسلمانوں کو قرآن وسنت کی تعلیمات سے دور رکھا جائے
علماء اور طلباء کی بے گناہ گرفتاریاں کی جائیں
ان پر "ٹاڈا" اور "پوٹا" جیسے سیاہ قوانین نافذ کیے جائیں
اور صرف شک کی بنیاد پر انھیں جیل کی سلاخوں میں دھکیل دیا جائے

کیوں کہ

جب تک مسلمانوں میں علماء موجود ہیں
ان کے دلوں میں ایمان باقی رہے گا
قرآن باقی رہے گا
احادیث نبویہ زندہ رہیں گی
رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ زندہ رہے گا
صحابہ کا اثر قائم رہے گا
مسلمانوں میں صدیق اکبر کی صداقت باقی رہے گی
فاروق اعظم کی عدالت باقی رہے گی
عثمان ذوالنورین کی سخاوت باقی رہے گی
علی مرتضیٰؓ کی شجاعت باقی رہے گی
سلمان فارسیؓ کا جذبہ موجود رہے گا
بلال حبشی کا حوصلہ موجود رہے گا

اور سب سے بڑی بات یہ ہوگی، کہ مسلمانوں میں دین پر مر مٹنے کی تڑپ اور اعلاء کلمۃ اللہ کی فکر بیدار رہے گی، اور اُن کا عزم ویقین تازہ رہے گا۔

اور ان چیزوں کے رہتے ہوئے، دنیا کی کوئی بھی طاقت، مسلمانوں کا بال بیکا نہیں کر سکتی......

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے، یقین پیدا
تو کرلیتا ہے یہ بال و پر روح الامیں پیدا

یا اقبال ہی کی زبان میں یوں کہیے:

کوئی اندازہ کرسکتا ہے، اس کے زورِ بازو کا؟
نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

آپ کو معلوم ہوگا، کہ ایک زمانے میں افغانیوں کی دینی غیرت وحمیت بڑے عروج پر تھی، ان کے سینوں میں آتش شوق فروزاں تھی، ان میں اسلام پر جاں نثاری کا جذبہ بیدار تھا، اور حفاظتِ دین کے لیے وہ ہمہ وقت سر بکف رہا کرتے تھے۔

اُن کی دین داری اور اسلام پرستی، انگریز اور دشمنانِ اسلام کے لیے وبالِ جان تھی، افغانیوں کی جرأت وحوصلہ مندی سے، منکرینِ توحید کی نیندیں حرام تھیں؛ اسی لیے انھوں نے باہم مشورہ کرکے یہ طے کیا، کہ اگر افغانیوں کی دینی غیرت کو تباہ کرنا چاہتے ہو، اُن کے دلوں سے اسلام اور تعلیمات نبویہ کو نکالنا چاہتے ہو، تو اس کا واحد راستہ یہ ہے، کہ افغانیوں سے مُلّا اور مولویوں کو ختم کردو، دینی درس گاہوں کو تباہ کردو، اور اس معاشرے سے تمام اسلامی مکاتب ومدارس کا خاتمہ کردو، ان مدارس کے رہتے ہوئے ان پر غلبہ پانا محال ہے، اور ان مولویوں کی موجودگی میں افغانیوں کو زیر کرنے کا خواب، جوئے شیر لانے کے مترادف ہوگا۔

اقبال مرحوم نے انگریز اور اسلام دشمن طاقتوں کی اسی سازش کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا تھا:

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے، یہ علاج
مُلّا کو اُن کے کوہ و دمن سے نکال دو

اس لیے، اے مسلمانو! خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ، عقل وخرد کو

استعمال میں لاؤ۔

مدارس کی اہمیت کو سمجھو۔

مکاتب دینیہ کی افادیت کو محسوس کرو۔

اور دینی اداروں کے قیام کی خاص توجہ کرو۔

مدارس کی تعمیر وترقی میں ہر ممکن تعاون کرو۔

اور اپنے دل کی ڈائری پر یہ نوٹ کرلو، کہ اگر ان حالات میں بھی ہم بیدار نہیں ہوئے۔

اپنی غفلت ولاپرواہی ختم نہ کی۔

ذمے دارانِ مدارس کا ہاتھ نہ بٹایا۔

تو ہندوستان سے اسلام کا نام ونشان مٹ جائے گا۔

ایمان کی روح پرواز کرجائے گی۔

مسلمانوں کا امتیاز ختم ہوجائے گا۔

اور صرف اتنا ہی نہیں؛ بل کہ مدارس کو ترقی کا دشمن کہنے والا موجودہ ہندوستان، تباہ وبرباد ہوجائے گا۔

لہٰذا ضرورت ہے (اس بات کی) کہ ہم ملک کے ہر خطے اور ہر گوشے میں مدارس اسلامیہ کی شجرکاری کریں، دینی مکاتب کو آباد کریں اور جو موجود ہیں اُن کی آب یاری وآب پاشی کریں، اور ہر آن اُن کی سرسبزوشادابی کی فکر کریں۔

اور یہ یقین رکھیں کہ اگر اندرونی طور پر ہم نے اپنے آپ کو تیار کرلیا، نسلِ نو کے دلوں میں ایمان ومعرفت کی قندیل روشن کردی، اُن کے سینوں

میں دین واسلام کی عظمت کو بیدار کردیا، نوجوانانِ اسلام کو قرآن وسنت کی تعلیمات سے منور کردیا، تو ان شاء اللہ دنیا کی کوئی بھی طاقت ہمارے سامنے نہیں تک سکے گی۔

اور مدارس کے خلاف زہر افشانی کرنے والے یہ ملک دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ان کی ناپاک کوششوں سے "بقائے ہندوستان کے ضامن" دینی اداروں پر بل تک نہیں آئے گا، اور جس طرح انگریزوں کو ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا، ہزیمت وشکست اُن کا مقدر ہوئی، یہ ظالم بھی ایک دن اپنے منہ کی کھائیں گے، اور ذلت ورسوائی اِن کا بھی مقدر ہوگی۔

رہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک
مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے یدِ بیضا

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اسلام

وہ پودا ہے، کاٹو تو ہرا ہوگا

مذہبِ اسلام نے انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں آنکھیں کھولیں، دورِ نبوت سے لے کر آج تک مسلسل اسے مخالفین کا سامنا رہا، اسلام کے خلاف وقت کی طوفانی آندھیاں چلیں، معاندین نے ہر زمانے میں اس کا صفایا کرنا چاہا؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اسلام کو تازہ دم رکھا اور قیامت تک کے لیے اسے پائندگی اور تابندگی عطا کردی۔

اسلام کے متعلق بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے:

کیا بات ہے کہ ہستی، مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن، دورِ زماں ہمارا



الحمد للہ رب العالمین ، والصلاۃ والسّلام علی رسولہ الکریم ، أما بعد!

فقد قال اللّٰہ تعالیٰ فی کلامہ العزیز

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم○ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم○

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ○﴾

وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم "الإسلام یعلو ولا یعلی"

(أو کما قال علیہ الصلاۃ والسلام)

تم جتنا تراشو گے، وہ اور سوا ہوگا
اسلام وہ پودا ہے، کاٹو تو ہرا ہوگا

محترم حضرات اور سامعین کرام!!

ابتدائے آفرینش ہی سے خیر وشر کی کش مکش اور حق وباطل کی معرکہ آرائی جاری ہے، ہر دور میں معاندین حق پیدا ہوتے رہے، ہر زمانے میں مخالفین خیر نے شرانگیزی پھیلائی، ہر قوم وملت میں کچھ ایسے ناعاقبت اندیش افراد جنم لیتے رہے؛ جنھیں اشاعت حق اور غلبۂ خیر سے پیدائشی دشمنی تھی، جنھوں نے احقاقِ باطل اور ابطالِ حق کو مقصد زیست اور سرمایۂ حیات خیال کر رکھا تھا، صدائے حق کے خلاف آواز اٹھانا جن کا خاص شیوہ بن چکا تھا، وابستگان حق کے مقابل معرکہ آرائی کرنا جن کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی، جو ہر امن پسند پودے کو زیرِ زمیں دفن کرنے کے خوگر بن چکے تھے، اور جو لوگ صلح وآشتی کے ہر درخت کو اکھاڑ پھینکنے کے رسیا ہو چکے تھے۔

تاریخ کے صفحات گواہ ہیں، کہ اسلام نے ایسے سنگین اور پُر آشوب دور میں آنکھیں کھولیں، کہ دیگر آسمانی مذاہب اپنی حقیقت کھو بیٹھے تھے، شرپسند عناصر کے ہاتھوں اُن کا حقیقی چہرہ مسخ ہو چکا تھا، پوری دنیا وحشت وبربریت کی آماج گاہ بنی ہوئی تھی، حق تلفی وناانصافی رواج پا چکی تھی، ظلم واستبداد برسرِ اقتدار تھا، انسانیت نے حیوانیت کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا، اور انسان وحشی درندہ بن چکا تھا۔

ایسے پُرفتن حالات میں اسلام کو ایک مکمل دستورِ زندگی اور جامع نظام حیات بنا کر بھیجا گیا، امن وسلامتی کا علم بردار بنا کر بھیجا گیا، اسلام اخوت ومحبت کا حیات آفریں پیغام لے کر آیا، اسلام نے سسکتی اور دم توڑتی ہوئی انسانیت کو روح پرور جام عطا کیا۔ ؎

ترے عشق کی کرامت، یہ نہیں تو اور کیا ہے
کبھی بے ادب نہ گذرا، میرے پاس سے زمانہ

چناں چہ قرآن کریم کی زبان میں یہ اعلان ہوا "ومن یبتغ غیر الإسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین"

اے لوگو! اسلام کا سورج طلوع ہو چکا ہے، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا آفتاب نکل چکا ہے، جس طرح سورج کے سامنے، دنیا کی ساری روشنی ماند پڑ جاتی ہے، اس کے علاوہ کسی اور روشنی کی حاجت نہیں ہوتی، ٹھیک اسی طرح اب اسلام کے علاوہ کوئی دین معتبر نہیں ہے، اسلام کے علاوہ، کسی مذہب کا اعتبار نہیں، اسلام کے علاوہ کسی دھرم کی گنجائش نہیں۔ ؎

خلاف راہِ پیغمبر قدم جو بھی اٹھائے گا

کبھی رستہ نہ پائے گا کبھی منزل نہ پائے گا

لیکن وہ بدنصیب، جن کی فہم وفراست خزاں رسیدہ ہوچکی تھی۔

وہ دشمنانِ اسلام، جن کی عقل وخرد پر زنگ لگ گیا تھا۔

وہ مخالفین حق، جن کے احساسات وجذبات کو زوال آگیا تھا۔

اور وہ نامراد انسان، ضلالت وگم راہی جن کا مقدر بن چکی تھی۔

وہ ظالم، اسلام کا خاتمہ کرنے کے درپے ہوگئے، شمع اسلام کو بجھانے کے لیے ہر طرح کے حربے استعمال کیے، آفتاب نبوت کی روشنی ماند کرنے کے لیے تمام اسباب ووسائل کو اختیار کیا، اور اسلام اور مسلمانوں کا صفایا کرنے کے لیے اپنی پوری توانائی صرف کردی، اللہ تعالیٰ نے اُن کی مذمت بیان کرتے ہوئے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

یریدون لیطفئوا نور اللّٰه بأفواههم واللّٰه متم نوره ولو کره الکافرون ○ اللہ فرماتا ہے، یہ اسلام کے دشمن چاہتے ہیں کہ خدا کے چراغ کو بجھادیں، اس کی روشنی کو ماند کردیں؛ لیکن یہ عقل کے کورے، یہ نہیں جانتے کہ ہر آن اللہ پاک اپنے نور کو جلاء بخشنے والے ہیں۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یہی وجہ ہے کہ اسلام کا درخت پھلتا اور پھولتا رہا۔

آفتاب نبوت سے ایمانی شعائیں پھوٹتی رہیں۔

دریائے اسلام سے آبِ حیات کے قطرے نکلتے رہے۔

اسلام کے خزانے سے یقین ومعرفت کے لعل وجواہر تقسیم ہوتے رہے۔

اور دیکھتے ہی دیکھتے ہی نور نبوت کی روشنی پورے عالم پر چھاگئی، غار حرا سے طلوع ہونے والا یہ سورج، مکہ کے دریچوں اور روشن دانوں سے گذرتا ہوا پوری دنیا کو تابانی ودرخشانی عطا کرگیا، نور نبوت کی عالم گیر روشنی سے پوری کائنات منور ہوگئی، اسلام کے اس آفاقی سورج سے گلشن عالم نے باغ وبہار کا طریقہ سیکھا، اسی سورج نے کلیوں کو مسکراہٹ عطا کی، بلبلوں کو چہچہانے کا ڈھنگ بتایا اور اس خزاں رسیدہ چمن کو بادِ بہاری کی راہ دکھائی۔ ؎

بہار اب جو گلشن میں آئی ہوئی ہے
یہ ٹہنی ہماری لگائی ہوئی ہے

لیکن دوستو! حسد ایک ابدی ناسور ہے، حق کی مخالفت ۱۴سو سال پہلے سے ہوتی چلی آرہی ہے، اسلام دشمنی ایک لازوال مرض ہے، اور حق کے خلاف آواز اٹھانا مہلک وباء کی شکل میں لوگوں کے اندر داخل ہوگیا ہے۔

چناں چہ جس طرح آج سے ۱۴سو سال پہلے اسلام کی مخالفت کی گئی تھی۔

اہل اسلام پر مکے کی سرزمین تنگ کردی گئی تھی۔

اسلام کے نام پر لوگوں کو مارا پیٹا جارہا تھا۔

حق ماننے پر قید وبند کی سزائیں دی جاتی تھیں۔

تبلیغ دین کی راہ میں روڑے اٹکائے جاتے تھے۔

ٹھیک اُسی طرح اِس زمانے میں بھی اسلام کے خلاف باطل طاقتیں متحد ہوگئیں ہیں۔

عالمی سطح پر مسلمانوں کی مخالفت ہورہی ہے۔

اسلام کو امن وسلامتی کا دشمن تصور کیا جارہا ہے۔

اسلامی تعلیمات کو قومی مفاد سے منحرف بتایا جارہا ہے۔

احکامِ اسلام پر روک لگانے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے۔

اسلام اور دہشت گردی کو باہم ایک دوسرے کا مقابل قرار دیا جارہا ہے۔

آج مسلمانوں سے اسلامی امتیازات وخصوصیات چھیننے کی کوشش کی جارہی ہے، اغیار سرچشمۂ اسلام سے مسلمانوں کا رشتہ منقطع کرنا چاہتے ہیں، وہ ظاہری مفاد دکھلا کر مسلمانوں سے اُن کی زندہ دلی اور حوصلہ مندی کا صفایا کرنے کے درپے ہیں، اس وقت پورے ملک میں اسلام مخالف ماحول گرم کیا جارہا ہے، وشو ہندو پریشد، شیو سینا اور بجرنگ دَل جیسی فاسشٹ تنظیمیں اس ملک سے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کا خوب دیکھ رہی ہیں، مگر ہمیں کامل یقین ہے، کہ وہ خدا جس نے غارِ حرا میں اسلام کی حفاظت کی۔

وہ آقا جس نے کفار مکہ جیسے خوں خوار بدوؤں سے اسلام کو محفوظ رکھا۔

وہ خدا جس نے وقت کی طوفانی آندھیوں سے شمع اسلامی کو بچائے رکھا۔

وہ اللہ جس نے نوخیزی اور انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں اسلام کی آب یاری وآب پاشی کی۔

وہ اللہ جس نے مکہ کی سنگلاخ پہاڑیوں میں بھی اسلام کے شجرۂ طوبیٰ کو سرسبز وشادابی عطا کی۔

وہ مولیٰ جس نے اسلام کے تئیں لوگوں کے دلوں میں نرم گوشہ پیدا کیا۔

وہ آقا جس نے فاروق اعظم جیسے سخت دل اور پتھر مزاج انسان کو اسلام کے قدموں میں ڈال دیا۔

وہ اللہ جس نے جنگ وجدال کے خوگر انسانوں کو صلح وآشتی کا پیکر بنادیا۔

وہ خدا جس کی مشیت سے پوری دنیا میں اسلامی علم بلند ہوا۔

وہ اللہ جس کی چاہت سے دنیا کے ہر چپے اور ہر گوشے میں اسلامی ڈنکا بجا۔

وہ رب ذوالجلال جس کے ارادے سے مسلمانوں نے قیصر وکسریٰ کے محل میں اسلام کا چراغ روشن کیا۔

وہ خدا آج بھی زندہ ہے، اس کی طاقت تمام طاغوتی قوتوں سے بڑھ کر ہے، وہ شیطان کی ہر چال سے واقف ہے، باطل کی تمام چالبازیاں اور دسیسہ کاریاں اللہ کو معلوم ہیں؛ بل کہ میں اس سے بھی آگے کہتا ہوں، کہ اللہ پاک امریکہ کے تمام منصوبوں کو جانتے ہیں، اس کی تمام ناپاک حرکتوں پر اللہ کی نظر ہے، امریکہ کے سارے حربے اور ارادے اللہ کو معلوم ہیں، یہ ظالم جو کچھ اس ملک میں کر رہے ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اسکیمیں بنائی جارہی ہیں، اللہ اس سے بھی باخبر ہے، کوئی بھی چیز خدا کے خزانہ علم ومعرفت سے باہر نہیں ہے، خود قرآن میں ارشاد ربانی ہے "إن اللّٰہ یعلم غیب السماوات والأرض ، ویعلم ما تبدون وما تکتمون" اللہ تعالیٰ تو آسمان وزمین کی پوشیدہ باتوں کو بھی جانتے ہیں، انسان ظاہر میں جو کچھ کرتے ہیں وہ بھی اللہ کو معلوم ہے، اور پوشیدہ طور پر جو پلان بنتے ہیں، خفیہ طور پر جو اسکیمیں تیار کی جاتی ہیں، اس سے بھی اللہ باخبر ہے، اس لیے ان شاء اللہ اس نازک دور میں بھی اسلام کی حفاظت ہوگی۔

دین کی ترویج واشاعت ہوگی۔

حق کی فتح اور باطل کی شکست ہوگی۔

خیر کا بول بالا ہوگا۔

برائی اور شر کا خاتمہ ہوگا۔

دنیا کے ہر کونے اور ہر گوشے میں حق کی صدا گونجے گی۔

قرآنی دستور کی بالادستی ہوگی۔

اسلامی تعلیمات کا چلن ہوگا۔

اور ان شاء اللہ پوری دنیا میں احکام اسلام کا نفاذ ہوگا۔

کیوں کہ اسلام کے بعد کوئی آسمانی دین نازل نہیں ہوگا۔

اسلام کے بعد کوئی مذہب نہیں پیدا ہوگا۔

بارہا سورج پہ ہوتا ہے گھٹاؤں کا ہجوم
اور پھر بھی دن کی تابانی فنا ہوتی نہیں

اللہ تعالیٰ نے اسلام کو پُر امن زندگی کا ضامن اور صالح معاشرے کے لیے نمونہ حیات بنا کر بھیجا ہے، اسلام ہی پر تمام ادیان سماویہ کو منقطع کر دیا گیا ہے، قرآن اس کی تائید میں کہتا ہے "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتي ورضیت لکم الإسلام دینا" الخ

آج انسانوں کے لیے دین کو مکمل کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کا بھی اتمام کر دیا اور اسلام کو دین اور مذہب کے طور پر قیامت تک کے لیے قبول کر لیا گیا۔

دوستو! اللہ کا وعدہ سچا ہے، اس کی نصرت یقینی ہے، اس کی مدد ضرور آئے گی لیکن ہماری بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں، ہمارے بھی کچھ فرائض ہیں، اور وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم عزم ویقین کے ہتھیار سے لیس ہو جائیں۔

اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبانے کا جذبہ پیدا کر لیں۔

اور اسلام مخالف تمام طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔

اور اس بات پر یقین رکھیں کہ مذہب اسلام میں ناامیدی اور مایوسی کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے، اس لیے کہ ناامیدی ایک ایسا مہلک مرض ہے جو لوگوں سے عزم ویقین کی توانائیاں سلب کر لیتا ہے۔

مایوسی احساسات وجذبات کو حالات کی بر فیلی فضا میں لا کھڑا کرتی ہے۔

ناامیدی سے زندگی کی امنگیں رخصت ہو جاتی ہیں۔

اور احساس کمتری انسان کے ارادے اور عمل کو آگ لگا دیتی ہے۔

لہٰذا سب سے پہلے ہمیں احساس کم تری کو دور کرنا ہوگا، ناامیدی کا تصور بھگانا ہوگا، اور خیالِ مایوسی کو غلط ثابت کر کے اسے دور کرنا ہوگا۔

اب ہمیں نیا ذہن اور نئی فکر لے کر آگے بڑھنا ہے، نئے امنگوں اور حوصلوں کے ساتھ قدم بڑھانا ہے اور اس بات کو اپنا نصب العین بنانا ہے کہ جن ناسازگار حالات میں اسلام کا پودا ہندوستان میں لگایا گیا ہے، آج کے حالات اس سے زیادہ پُر خطر نہیں ہیں۔

اکابر واسلاف نے جس پر تپش ماحول میں شجرۂ اسلام کی آب یاری کی تھی، آج کا ماحول اس سے زیادہ گرم نہیں ہے۔

اس وقت کی فضا اُس سے زیادہ غیر مناسب نہیں ہے۔

اور موجودہ ہندوستان مسلمانوں کے حق میں سابق ہندوستان سے کوئی زیادہ تنگ نظر نہیں آ رہا ہے۔

الحمد للہ آج ہم اس وقت سے زیادہ تعداد میں ہیں، ہمارا مالی حالت پہلے

سے کہیں زیادہ بہتر ہے، اللہ کے فضل سے ہندوستان کے ہر خطے میں دین کے نام لیوا موجود ہیں، دین کے نام پر تن، من، دھن کی بازی لگانے والے غیور مسلم نوجوان موجود ہیں، بس ہمیں ان کے احساس کو بیدار کرنا ہے۔

ان کے جذبوں کو مہمیز لگانا ہے، اُن کی آواز میں آواز ملا کر وقت کا مقابلہ کرنا ہے اکابر و اسلاف کی قربانیوں سے انھیں روشناس کرانا ہے اور خود ہمیں بھی اپنے بزرگوں کے کارناموں کو قلب و نگاہ کا مرکز اور اپنی توجہات کا محور بنانا ہے۔

اگر واقعی ہم نے اس کو اپنا نصب العین بنالیا اور اپنے ارادوں کی ایک کڑی خیال کرلیا تو ان شاءاللہ راستے کا کہرا بہت جلد چھٹ جائے گا۔

پریشانیاں ختم ہوجائیں گی۔

مقصد کی راہ میں حائل ہونے والی طاقتیں اپنا منہ پھیرلیں گی۔

باطل منہ چھپا کر بھاگے گا۔

اور مسلمانوں کے حق میں انقلاب کا نیا سورج طلوع ہوگا۔

لال قلعے کی فصیل پر اسلامی علم لہرائے گا۔

تاج محل کو اس کی حقیقی خوب صورتی نصیب ہوگی۔

ہماری منزل کی راہیں آسان ہوجائیں گی۔

اور ہندوستان میں ایک بار پھر اسلام کا چراغ ٹمٹمائے گا۔

ہر طرف اسلامی ماحول بنے گا، اور اسلام کی ضیا پاش کرنوں سے مسلمانانِ ہند کا مستقبل تاب ناک اور روشن ہوجائے گا۔

گر ہمتیں بلند ہوں، کامل ہوں شوق بھی

وہ کام کون سا ہے، جو انسان نہ کرسکے

اور لوگ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی کو اپنی نگاہوں کے سامنے پھلتا اور پھولتا ہوا پائیں گے، آپ نے فرمایا ہے "الإسلام يعلو ولا يُعلى"

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے



مدارس کو درپیش خطرات

اور اُن کا حل

یہ ایک نا قابلِ انکار حقیقت ہے کہ ''اسلامی مدارس'' ملتِ اسلامیہ کی آبرو، اور امتِ مسلمہ کے دل کی دھڑکن ہیں، جہاں ملک دوستی کی تعلیم دی جاتی ہے، امن پسندی کا درس دیا جاتا ہے، ملک وملت کے تحفظ کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔

یہی وہ مدارس ہیں، جہاں سے انگریزوں کے خلاف ''ہندوستان چھوڑو'' تحریک شروع ہوئی، اور باشندگانِ وطن کو سکون وراحت کی سانس نصیب ہوئی، آزادیٔ ہند کی پوری تاریخ، مدارس اسلامیہ کے ''قائدانہ کردار'' سے لالہ زار ہے، لیکن افسوس...... کہ آج اِن ہی مدارس کو، بنیاد پرستی اور ملک دشمنی کا طعنہ دیا جارہا ہے، اِن انسانیت نواز اداروں کو، تشدد پسندی اور دہشت گردی کا اڈہ بتایا جارہا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ......

نوکِ ہر خار سے پوچھو، وہ گواہی دیں گے
ہم نے کانٹوں میں بھی، گل زار بنا رکھا ہے



نحمدُ اللّٰہَ العظیم ، وبہ نستعِین ، وصلّی اللّٰہ علٰی خیرِ خلقہ محمد وصحبہ أجمعین ، أما بعد!!

فقد قال اللّٰہ تبارك وتعالٰی في القران الکریم

أعوذ باللّٰہ من الشیطان الرَّجیم○ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرَّحیم○

﴿ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِأَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ○ ﴾ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

خون کی روشنائی سے تحریر تھی، وقت کی لوح پر داستانِ وفا
نوکِ خنجر سے اُس کو مٹایا گیا، اب ثبوتِ وفا کس طرح لایئے
کتنے اربابِ ہمت نے اِن کے لیے، بڑھ کے میدان میں جان بھی ہار دی
اب بھی اِن کی نگاہوں میں ہے بدظنی، اب بھی اِن کو وفا کی سند چاہیے

محترم حضرات اور سامعین کرام!

اس وقت ہندوستان کے مسلمان تاریخ انسانی کے انتہائی دشوار گذار دور سے گذر رہے ہیں، مصائب ومشکلات کے طوفانِ بلاخیز میں گھرے ہوئے ہیں، آلام ومصائب نے ہر طرف سے احاطہ کر رکھا ہے، ایک طرف اسلام اور اسلامی آثار وروایات کو مٹانے کی ناپاک کوششیں کی جارہی ہیں، تو دوسری طرف مدارسِ اسلامیہ کا پورا ڈھانچہ باطل کے شکنجے میں ہے، پورے ملک میں مدارس پر زبردست یلغار ہورہی ہے اور عالمی سطح پر دینی اداروں کے خلاف زہر افشانی کی جارہی ہے۔

کوئی دن ایسا نہیں گذرتا، کہ فرقہ پرست تنظیم کا کوئی اہم لیڈر مدارس اسلامیہ کے خلاف ہرزہ سرائی نہ کرتا ہو۔

کبھی ان اداروں کو قومی دھاروں سے منحرف بتایا جاتا ہے۔

تو کبھی انھیں رجعت پسندی کا طعنہ دیا جاتا ہے۔

ایک طرف مدارس پر بنیاد پرستی کا الزام تھوپا جارہا ہے۔

تو دوسری طرف انھیں ناپسندیدہ عناصر کی آماج گاہ بتایا جارہا ہے۔

آج مدارس کو ملک مخالف سرگرمیوں میں ملوث ٹھہرایا جاتا ہے۔

تو کل ہوکر ان ہی اداروں کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دیا جاتا ہے۔

غرض یہ کہ، مدارس کے خلاف فرقہ پرست طاقتیں کھل کر سامنے آگئی ہیں، اب باطل سرچڑھ کر بولنے لگا ہے اور تعصب سینوں سے نکل کر سڑکوں پر آچکا ہے، آر، ایس، ایس نے آج پورے ملک میں تعصب وعناد کا جال بچھادیا ہے، وشو ہندو پریشد نے پورے ماحول میں نفرت وعداوت کا بیج بودیا ہے، اور بجرنگ دل جیسی فاسسٹ تنظیم عالمی سطح پر مدارسِ اسلامیہ کی کردار کشی میں سرگرم عمل ہے، انتہا پسند غیر مسلموں کی نظر میں، مدارس اسلامیہ کا وجود ملک کی داخلی سلامتی کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے اور دینی اداروں کی سرگرمیاں، ہندوستان کے تقدم وترقی میں مانع ہیں۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ۔

وطن کا ذرّہ ذرّہ ہے، یہاں اِس بات پر شاہد
مدارس کے سپوت اس ملک کے، جاں باز غازی ہیں
سیاسی کھیل ہے، ورنہ یہ دشمن بھی سمجھتا ہے
کہ اسلامی مدارس مرکز دار سازی ہیں

حضرات گرامی!

جب فکر کو زوال آجاتا ہے۔

ذہن ودماغ پژمردگی کا شکار ہوجاتے ہیں۔

احساسات وجذبات مفلوج ہوجاتے ہیں۔

ہوش وحواس زنگ آلود ہوجاتے ہیں۔

عقل وخرد پر تالا لگ جاتا ہے۔

تو..... حقیقت کا انکار ہونے لگتا ہے۔

بدیہیات کو ٹھکرادیا جاتا ہے۔

حقائق پر، پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

اور جریدۂ عالم پر ثبت شدہ واقعات کو پسِ پشت ڈال دیا جاتا ہے۔

ذرا سوچیے تو سہی..... آج کن اداروں کو خطرہ تصور کیا جارہا ہے؟ کن مدرسوں پر ملک دشمنی کا کیچڑ اچھالا جارہا ہے؟

یہ مدرسے، جہاں سے آزادی کا صور پھونکا گیا۔

یہ درس گاہیں، جہاں سرفروشی کی شمعیں روشن ہوئیں۔

یہ ادارے، جنھوں نے وطن دوستی کا راگ الاپا۔

یہ مدارس، جہاں آزادی کا گیت گایا گیا۔

یہ دینی مراکز، جہاں ثبات قدمی اور جواں مردی کی روح پھونکی گئی۔

یہ اسلامی قلعے، جہاں ہمت ومردانگی کا درس دیا گیا۔

یہ مکاتب جہاں سے غیرت وحمیت کا جام تقسیم ہوا۔

یہ مدارس، جنھوں نے انگریزوں کے خلاف ’’ہندوستان چھوڑو‘‘ تحریک چلائی۔
جہاں سے نکل ہوئی تحریکات کی بدولت ہندوستان کو آزادی نصیب ہوئی
آج یہی مدارس غیروں کی نگاہ میں کانٹا بن کر چبھ رہے ہیں، انھیں ملک کی سلامتی کے لیے خطرہ تصور کیا جارہا ہے، تقدم وترقی میں حائل سمجھا جارہا ہے، ان مدارس کو بغاوت اور بنیاد پرستی کا الزام دیا جارہا ہے۔
یہ کیا ہے؟ یہ تو ’’الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے‘‘ والی بات ہے۔

ہم پہ الزام بغاوت کا لگانے والو
بے وفا کون ہے، اجداد سے پوچھا ہوتا
کتنے جاں باز سپوتوں نے دیا اپنا لہو
وطنِ پاک کی بنیاد سے پوچھا ہوتا

سامعین گرامی قدر!
پوری دنیا اِس حقیقت سے واقف ہے، کہ......
مدارسِ اسلامیہ امن وسلامتی کا ضامن ہیں۔
یہ ادارے صلح وآشتی کا گہوارہ ہیں۔
یہاں سے امن وامان کا پیغام ملتا ہے۔
یہاں انسانی ہمدردی ویک جہتی کی تعلیم دی جاتی ہے۔
مدارس میں انسانی اقدار وروایات کے تحفظ کا درس دیا جاتا ہے۔
ان اداروں میں اخوت وبھائی چارگی کا جام پلایا جاتا ہے۔
یہاں حب الوطنی اور ملک دوستی کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔

ہندوستان کی ایک ایک اینٹ گواہ ہے، کہ آزادیٔ ہند کے لیے مدارس کے جاں فروش سپوتوں نے، تن، من، دھن کی بازی لگادی، استقلالِ ملک میں اِن حضرات کا قائدانہ کردار رہا ہے، آزادیٔ وطن کی تاریخ، اِن مدارس کے کارناموں سے لالہ زار ہے۔

خونِ جگر سے ہم نے بھی سینچا ہے گلستاں
یہ اور بات ہم نے تماشہ نہیں کیا

حضراتِ محترم!
اگر ہم سنجیدگی سے غور کریں، مدارس ومکاتب کے خلاف بنائے گئے گرم ماحول کا جائزہ لیں، تو ہمیں معلوم ہوگا، کہ ان اداروں کی مخالفت صرف اس لیے کی جارہی ہے، کہ
یہ ادارے قرآن وسنت کی تعلیم دیتے ہیں۔
دین ومذہب کی پختگی کا درس دیتے ہیں۔
ایمان وعقیدے کی مضبوطی کا جام پلاتے ہیں۔
یہ مدارس......فسطائی طاقتوں کے انسانیت سوز منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے سے مانع ہیں۔
یہ ادارے......فرقہ پرستوں کے توسیع پسندانہ عزائم کی راہ میں حائل ہیں اور اتنا ہی نہیں؛ بل کہ غیر مسلموں کو یہ یقین ہے کہ مدارسِ اسلامیہ کے رہتے ہوئے اس ملک کو ہندو راشٹر بنانے کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔
مدارس ومکاتب کی موجودگی میں، مسلمانوں کو ہندو تہذیب میں ضم کرنے کی کوشش حماقت وبے وقوفی ہوگی۔

مدارس کے ہوتے ہوئے، اس ملک کے مسلمانوں کو ہندوتو کی بھینٹ چڑھانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوگا۔

یہ اچھی طرح جانتے ہیں، کہ جب تک اِس ملک میں مدارسِ اسلامیہ قائم ہیں، دینی مکاتب کا سلسلہ جاری ہے، اس وقت تک۔

مسلمانوں کے تشخص وامتیاز پر حرف نہیں آسکتا۔

مسلمانوں کی دینی غیرت وحمیت پر آنچ نہیں آسکتی۔

مسلمانوں کی مذہبی بیداری نہیں بجھ سکتی۔

اسلام سے مسلمانوں کا رشتہ منقطع نہیں ہوسکتا۔

اور مدارس کے ہوتے ہوئے، اسلام کا روشن چراغ نہیں گل کیا جاسکتا۔

مدارس اہل دیں کی عزت و رفعت کے ضامن ہیں
مدارس ہی کے دم سے ہند میں اسلام باقی ہے

یہی وجہ ہے کہ مدارس کے خلاف مسلسل زہر افشانیاں کی جارہی ہیں، عالمی پیمانے پر ان اداروں کے خلاف افتراء پردازیاں اور ریشہ دوانیاں کی جارہی ہیں۔

مدارس کے تابناک ماضی کو شکوک وشبہات کے دائرے میں رکھا جارہاہے۔

ان درس گاہوں کے روشن حال پر قدغن لگانے کی کوشش جارہی ہے۔

ان مراکز کے خوش آیند مستقبل پر، ڈاکہ ڈالنے کی پیہم سعی ہورہی ہے۔

اور مدارس کے خلاف تعصب وعناد کا جال بچھا کر، ان کے بے داغ کردار کو مخدوش کرنے کی پلاننگ ہورہی ہے۔

اس لیے اے مسلمانو! ہماری یہ ذمے داری ہے، کہ

ہم ان مدارس کی افادیت کو سمجھیں۔

مکاتب دینیہ کی اہمیت کو محسوس کریں۔

دل وجان سے اِن کی حفاظت کریں۔

ہر ممکن اِن اداروں کا تعاون کریں۔

فرقہ پرستوں کے بے بنیاد الزامات کا منھ توڑ جواب دیں۔

مدارس ومساجد پر ہونے والے حملوں کے خلاف آواز اٹھائیں۔

دینی اداروں پر ہونے والی یلغاروں کا متحد ہوکر سدباب کریں۔

اِن مراکز کے خلاف بنائے جانے والے سیاہ قوانین کی کھل کر مخالفت کریں

علماء اور طلبہ کی بے گناہ گرفتاریوں پر روک لگائیں۔

مدارس کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دینے والی ناپاک زبانوں پر تالا لگادیں اور مدارس کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو زیر زمیں دفن کردیں۔

اٹھ جاؤ، ورنہ حشر نہ ہوگا دوبارہ پھر
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ اخبارات ورسائل سے ہم روابط پیدا کریں، میڈیا اور ذرائع ابلاغ سے ہمارے تعلقات مستحکم ہوں، تمام اخبارات کے صحافیوں سے گہرے مراسم ہوں، انھیں مدارس کی صحیح تصویر پیش کی جائے، اُن کو مدارس کے تابندہ کارناموں سے روشناس کرایا جائے، انھیں مدارس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ دیا جائے، اور اُن کے سامنے مدارس کا صاف ستھرا اور حقیقی نظام پیش کیا جائے، اور اس بات پر زور دیا جائے، کہ .....

وہ لوگ مدارس کی صحیح منظر کشی کریں۔

اِن اداروں کی عظیم الشان اور انسانیت ساز خدمات کا تذکرہ کریں۔

ملک وملت کو سنوارنے میں مدارسِ اسلامیہ کی بے مثال قربانیوں کو حقیقت کا جامہ پہنا کر بیان کریں۔

اور پوری دنیا میں ان مدارس کی حب الوطنی اور ملک دوستی کی شان دار روایات کو عام کریں، تا کہ مدارس کے تئیں لوگوں کے دلوں میں نرم گوشہ پیدا ہو، حقیقت جاننے کے بعد وہ مدارس سے قریب ہوں، اُنھیں شر پسندوں کی چال بازی اور دسیسہ کاری کا بخوبی علم ہو جائے، اور پورا ملک مدارس کا ہم خیال اور ہم آواز ہو جائے، مدارس دوستی کی ہوا چل پڑے اور ہر طرف سے یہ آوازیں آنے لگیں، کہ ؎

انھیں حقیر سمجھ کر نہ گُل کرو یارو
یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

حضراتِ محترم!

ساتھ ساتھ ہمارا یہ بھی فریضہ ہے کہ ہم اِن مدارس سے جڑیں، مکاتبِ دینیہ سے اپنا رشتہ مضبوط کریں، مدارس سے وابستہ ہو کر، اپنے دین وایمان کو جلا بخشیں، اسلاف کی قربانیوں سے عبرت حاصل کر کے، پا مردی اور ثبات قدمی کو مشعلِ راہ بنائیں، اکابر کی تاریخ کو پڑھیں، اور وقت کا مقابلہ کرنے کے لیے خود کو منظم اور متحد کر لیں، عزم ویقین کو ہدف اساسی تصور کریں، اور تمام مدارس دشمنوں کو یہ بتا دیں کہ ہم بھی اِن ہی اداروں کے سپوت ہیں، مدارسِ اسلامیہ کے جیالے ہیں، حضرات اکابر کے علوم کے وارث اور امین

ہیں، اسلاف کے طریقے اور اُن کی روش پہ چلنے والے ہیں۔

ہمارے سینوں میں اُن اکابر کا فیض موجزن ہے، جنھوں نے ہندوستان کو آزاد کرایا تھا، اس ملک سے غلامی کا قلادہ ہٹایا تھا، جنھوں نے باشندگانِ وطن کو حریت اور راحت کا تحفہ عطا کیا تھا، اور جنھوں نے مسلمانانِ ہند میں آتشِ شوق فروزاں کی تھی۔

اے امت مسلمہ کی نیا کے کھیون ہارو!

حضرت نانوتویؒ کی روح ہمیں آواز دے رہی ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کا دل پکار رہا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا جگر صدا دے رہا ہے۔

حضرت مدنی کا کلیجہ آواز لگا رہا ہے۔

حضرات علماء کی شہادتیں للکار رہی ہیں۔

اور جملہ اکابر کے سینے چیخ چیخ کر ہم سے فریاد کر رہے ہیں، کہ جن اداروں کے فیض تربیت سے ہم نے ہندوستان میں انقلاب کا سورج روشن کیا تھا، آج اُن ہی اداروں کی مخالفت کی جا رہی ہے۔

جن درس گاہوں کے فیض صحبت سے اس ملک میں بادِ بہاری آئی تھی۔

آج اُن ہی درس گاہوں کو رجعت پسند اور خزاں رسیدہ بتایا جا رہا ہے۔

جن مدارس کے حیات آفریں جام نے اہل ہند کو عزم واستقلال اور وطن دوستی کا تمغہ عطا کیا تھا، آج اُن ہی مدارس کو بنیاد پرستی اور ملک دشمنی کا طعنہ دیا جا رہا ہے۔

اس لیے اے مدارس کے سپوتو! اے دار العلوم کے غیور فرزندو!

اب صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے، ضبطِ غم کی سکت ختم ہو گئی ہے، قوتِ برداشت سلب ہو چکی ہے، اٹھو اور ساری دنیا کو یہ پیغام دے دو کہ......

ہمارے اکابر نے اِس ملک کو انگریزوں سے آزاد کرایا تھا، ہم فرقہ پرستوں سے آزاد کرائیں گے۔

اکابر نے انگریزوں کو بھگایا تھا، ہم انتہا پسندوں کو بھگائیں گے۔

اکابر نے، انگریزوں سے ہندوستان کو نجات دلائی تھی، ہم تشدد پسندوں اور لٹیروں سے اِس دھرتی کو پاک صاف کریں گے۔

سوچا ہے کفیل اب کچھ بھی ہو، ہر حال میں اپنا حق لیں گے
عزت سے جیے، تو جی لیں گے، یا جامِ شہادت پی لیں گے

دوستو! یہ ہماری ذمے داری ہے، اِن مدرسوں کے لیے ہمیں قربانی دینی ہوگی، دار و رسن کو چومنا ہوگا، قید و بند سے محبت کرنی ہوگی، اور مدارسِ اسلامیہ کے تحفظ میں دنیا کی پُر خار وادیوں میں قدم رکھنا ہوگا، سنگلاخ راہوں سے گذرنا ہوگا، اس لیے کہ......

یہی اکابر کا طریقہ رہا ہے۔
یہی اکابر کا شیوہ رہا ہے۔
یہی بزرگوں کا دستور رہا ہے۔
یہی حضرت شیخ الہند کی تاریخ ہے۔
یہی حضرت شیخ الاسلام کی زندگی ہے۔
یہی علمائے دیوبند کی داستان ہے۔
اور یہی مجاہدین ملت کا کردار رہا ہے۔

کیوں کہ یہ ہما شما کا مسئلہ نہیں؛ بل کہ

ایمان کی حفاظت کا مسئلہ ہے۔
دین کے تحفظ کا مسئلہ ہے۔
شریعت کی پاس داری کا مسئلہ ہے۔
نبوت کی سالمیت کا مسئلہ ہے۔
رسالتِ نبوی کی عزت و آبرو کا مسئلہ ہے۔
اسلام کی بقاء کا مسئلہ ہے۔

یاد رکھیے!!! اگر اپنے گھر میں ہم خود کو مامون و محفوظ سمجھ کر یہ راگ الاپ رہے ہیں، کہ ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو، یا درمیاں رہے

تو یہ ہماری سفاہت و نادانی اور حماقت و بے وقوفی ہے، ہمیں یہ یقین رکھنا چاہیے کہ......

اگر اس ملک میں مدارس قائم ہیں، تو ہمارا وجود قائم ہے۔
اگر مدارس باقی ہیں، تو مسلمانوں کا تشخص و امتیاز باقی ہے۔
اگر یہ ادارے زندہ ہیں، تو اسلام کا چراغ روشن ہے۔
اگر یہ ادارے محفوظ ہیں، تو ہمارا دین اور اسلام محفوظ ہے۔
اگر یہ دینی مراکز مامون ہیں، تو ہماری عزت و آبرو محفوظ ہے۔

اور اتنا ہی نہیں؛ بل کہ

مدارس کے تحفظ میں، اس ملک کا تحفظ پوشیدہ ہے۔
مدارس کے ساتھ اس ملک کا وجود باقی ہے۔

مدارس کے وجود سے لال قلعے کی فصیل قائم ہے۔

مدارس کے قیام سے قطب مینار کی رفعت متعلق ہے۔

مدارس کی روشنی سے تاج محل کی چمک اور اس کی چاندنی وابستہ ہے۔

اِن ہی مدارس کے دم سے ہندوستان آباد ہے۔

اور ان ہی اداروں کے فیض اور اِن کی برکت سے اِس ملک کی سرسبز وشادابی بحال ہے۔

مدارس ہی کے دم سے ہے، یہاں کی آبرو باقی
اِن ہی کے فیض سے ہے، ملک میں سرسبز وشادابی

ایک ہو جائیں، تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں

اتحاد واتفاق مسلمانوں کی ''عظیم پونجی'' ہے، یک جہتی وہم رنگی اہل اسلام کا ''تاریخی اثاثہ'' ہے، باہمی میل ومحبت، ملتِ اسلامیہ کا قابل قدر سرمایہ ہے۔

اور اتنا ہی نہیں؛ بل کہ اقوام عالم کے عروج وارتقاء میں آپسی روابط وتعلقات کا نمایاں کردار رہا ہے، ملک وملت کے تقدم وترقی میں ''ہم آہنگی'' نے رشک انگیز کارنامہ انجام دیا ہے۔

عصرِ حاضر میں، مسلمانوں کے تنزل وانحطاط کی چند اہم وجوہات میں سے ایک بنیادی وجہ ''اتحاد واتفاق'' کا فقدان، اور یک جہتی ویک رنگی کا زوال ہے۔

حالات کا تقاضہ یہ ہے، کہ ہم ''اتحاد واتفاق'' کی دولت کو اپنائیں، اور اِس ''قیمتی سرمائے'' کے تحفظ وبقاء کے لیے، ہر ممکن کوشش کریں، ملت اسلامیہ کے انتشار وخلفشار کو، ہم آہنگی اور یگانگت میں تبدیل کرنا وقت کا اہم ترین فریضہ ہے، اور اسے نظر انداز کرنا، خودکشی اور خودسوزی کا مترادف ہے۔

تمہاری قوم کا ہر چہرہ جگ مگائے گا
کبھی تو گیسوئے ملت سنوار کر دیکھو
ہزیمتوں کے اندھیرے پناہ مانگیں گے
تم اتحاد کا سورج اُبھار کر دیکھو



الحمد للّٰہ رب العالمین ، والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین ، وعلی الہ وصحبہ أجمعین ، ومن تبعھم باحسان إلی یوم الدین ، أما بعد!!

فقد قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ فی کلامہ الکریم

أعوذ باللّٰہ من الشیطان الرَّجیم○ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرَّحیم○

﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ، كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ○ ﴾ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم "مَنْ لَّا يَهْتَمُّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ" (أو کما قال علیہ الصلاۃ والسلام)

بہارِ نو تھے تم ماضی میں، اب بادِ خزاں تم ہو
نشانِ راہ تھے ماضی میں، اب تو بے نشاں تم ہو
تھے تم ماضی میں شعلہ، آج بس اڑتا دھواں تم ہو
نہیں جس کا ٹھکانہ کوئی، ایسے کارواں تم ہو

محترم حضرات اور سامعین کرام!

اس دورِ پُرفتن اور ناساز گار حالات میں، عالم اسلام کے مسلمانوں کی

حالت، نہایت ہی افسوس ناک اور الم انگیز ہوتی جارہی ہے، ہر طرف سے اہل اسلام پر یلغار ہورہی ہے، کہیں مسلمانوں کو"ملک بدر" کرنے کی پلاننگ ہورہی ہے، تو کہیں ہماری اقدار وروایات اور تاریخی اثاثے کو مخدوش کرنے کی ناپاک کوششیں کی جارہی ہیں، فرقہ پرست طاقتیں مسلمانوں کو غلامی ومحکومی کی ذلت آمیز آہنی زنجیروں میں جکڑنے کے لیے کوشاں ہیں، اور مسلمان زندگی کے ہر شعبے میں تنزل وانحطاط کا شکار ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ مسلمانوں پر اتنے برے دن کیوں آئے؟ اور چمنستان اسلام پر خزاں کیوں کر آئی؟

دوستو! اگر ہم سنجیدگی سے غور کریں، عقل وخرد سے پردہ ہٹائیں، تو صاف طور پر یہ بات سمجھ میں آجائے گی، کہ آج ہم نے اپنا عظیم سرمایہ کھودیا ہے، مسلمان اپنی گراں قدر پونجی سے ہاتھ دھوبیٹھے ہیں، اور عصرِ حاضر میں مسلم معاشرے سے اتحاد واتفاق کی دولت "لُٹ" گئی ہے۔

حالاں کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے، کہ اتحاد ایک عظیم دولت ہے، معاشرے کی ہم آہنگی یہ انتہائی لازوال سرمایہ ہے، اور ملک وملت کی یگانگت، ایک بے مثال پونجی ہے۔

اتحاد واتفاق اتنی عظیم دولت ہے، جسے اپنوں نے ہی نہیں؛ بل کہ غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے۔

یہ وہ قیمتی اثاثہ ہے، کہ اپنوں کو چھوڑ کر، اغیار میں بھی اس کی حیثیت مسلم ہے

یہ وہ نادر پونجی ہے، کہ مسلمانوں کے علاوہ، غیر مسلموں نے بھی اسے قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

یہ وہ سرمایہ ہے، جو ہر قوم کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔

اور اتحاد وہ گراں مایہ ہے، جس کا تمام معاشرے کے تقدم و ترقی میں بنیادی کردار رہا ہے۔

یہی دولت ہے، جس کے دم سے قوموں نے ترقی کی
اسی کے ختم ہونے سے خزاں آئی زمانے میں

چناں چہ پوری عالمی تاریخ گواہ ہے۔

کہ جب تک مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی دولت تھی۔

ہم آہنگی و یک جہتی کا سرمایہ موجود تھا۔

ملتِ اسلامیہ اختلاف و انتشار سے دور تھی۔

مسلم معاشرے میں تعصب و عناد اور گروہی عصبیت کی کوئی گنجائش نہ تھی

تو اُس وقت ہمارا حال یہ تھا، کہ......

پوری دنیا ہمارے تابع تھی۔

حکومت و سلطنت ہمارے قدموں میں تھی۔

تخت و تاج پر مسلمانوں کا راج تھا۔

دریاؤں اور سمندروں پر ہماری حکم رانی تھی۔

صحراء و بیابان مسلمانوں کے زیرِ نگیں تھے۔

ہماری سطوت قابلِ دید تھی۔

ہماری شان و شوکت لائقِ صد افتخار تھی۔

اسلامی اقتدار، رشک انگیز تھا۔

مسلمانوں کا اتحاد سبق آموز تھا۔

ہماری یک جہتی و یک رخی ضرب المثل تھی۔

اور مسلمانوں کا دائرہ کار پوری دنیا پر محیط تھا۔

اقبال مرحوم نے اُس حالت کا نقشہ اِن الفاظ میں کھینچا ہے، کہ......

مغرب کی وادیوں میں، گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے، سیلِ رواں ہمارا

لیکن اے مسلمانو! جب سے ہم نے اختلاف کو گلے لگالیا۔

ہمارا آپسی اتحاد ختم ہوگیا۔

مسلمانوں کا باہمی ربط اور اشتراک سرد پڑ گیا۔

جب سے ہم نے انتشار کو اچھا خیال کرلیا۔

فرقہ بندی کو معاشرے کا جز سمجھ لیا۔

اُسی وقت سے ہم قعرِ مذلت کی کھائی میں گر گئے۔

محکومی و غلامی کی زندگی جینے لگے۔

ہم خطرات و وساوس کے زیرِ سایہ ہوگئے۔

بزدلی اور پست حوصلگی نے ہمارا محاصرہ کرلیا۔

ہماری شجاعت و جواں مردی داستان بن کر رہ گئی۔

مسلمانوں سے عزم و یقین کی دولت سلب ہوگئی۔

ہماری عزت و آبرو کا جنازہ اٹھ گیا۔

مسلمانوں کے رعب و دبدبے کا خاتمہ ہوگیا۔

اور نتیجہ یہ ہوا، کہ مسلمان خود اعتمادی سے ہاتھ دھو بیٹھے، احساسِ شکست نے ہماری کمر توڑ دی، مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہوگیا، ہم لوگ فقدانِ ہم

آہنگی کا شکار ہو گئے اور ذلت و خواری ہمارا مقدر بن گئی۔

آبرو باقی تری ملت کی جمعیت سے تھی
جب یہ جمعیت گئی دنیا میں رسوا تو ہوا

جب کہ......

گردشِ ایام نے ہمیں بیدار کیا تھا۔

زمانے کے رنگ و روپ نے ہمیں آواز دی تھی۔

نزاکتِ وقت نے ہمیں اپنی ذمے داریوں کا احساس دلایا تھا۔

معاشرے کی تباہی ہمارے دلوں کو دستک دے رہی تھی۔

امتِ مسلمہ کا زوال ہمارے سینوں پر کچوکے لگا رہا تھا۔

عالم انسانیت کا بحران ہم سے فریاد کر رہا تھا۔

وحدتِ قوم کا انتشار ہماری غفلت پر ماتم کناں تھا۔

ہمارا اتحاد و اتفاق ہماری خود پرستی اور لاپرواہی سے بے زار تھا۔

اور ملت اسلامیہ چیخ چیخ کر ہم سے کہہ رہی تھی، کہ......

اُٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

لیکن افسوس......

کہ ہم نے سنی اَن سنی کر دی۔

حقیقت کو مجاز کا جامہ پہنا دیا۔

واقعے کو افسانے کا درجہ دے دیا۔

معاشرے کو تباہ ہوتے دیکھا؛ لیکن پھر بھی خود کو مامون و محفوظ خیال کیا۔

اتحاد و ہم آہنگی کا چراغ بجھ رہا تھا؛ لیکن ہم اپنے گھر کا دِیا جلانے میں مصروف تھے۔

مسلم معاشرے کا گل زار ویران ہو رہا تھا؛ لیکن ہم اپنا آشیاں سجانے میں لگے تھے۔

ملتِ اسلامیہ کے انحطاط و زوال کو ختم کرنے کے بجائے، ہم اپنی زندگی کی بحالی میں کوشاں تھے۔

امتِ مرحومہ کی خستہ حالی پر، رونے اور اِس کی باز آبادکاری کی فکر کے بجائے، ہم اپنی خوش حال زندگی کو سنوارنے میں مگن تھے۔

امت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے سے پہلے ہی ہم نے پرواز شروع کر دی۔

ہمیں یہ یاد ہی نہیں رہا، کہ

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

میں پوچھتا ہوں اے مسلمانو! ذرا بتاؤ تو سہی......

شاہانِ مغل کس چیز کی بدولت برسرِ اقتدار تھے؟

اندلس کی بے مثال اسلامی عدالت میں کون سا جذبہ کارفرما تھا؟

تیموری سلطنت کے قیام و بحالی کا کیا راز تھا؟

آخر وہ کون سی چیز تھی؟ کہ جس سے پوری دنیا پر مسلمانوں کا رعب و دبدبہ قائم تھا۔

ایمان کے بعد وہ کون سی طاقت تھی؟ کہ خود کو فرعونِ وقت کا نام دینے

والے سربراہانِ مملکت، مسلمانوں سے لرزہ براندام رہتے تھے۔

بتایئے! کیا یہ اتحاد و اتفاق کی برکت نہیں تھی؟

کیا یہ یک جہتی و یک رنگی کا فیض نہیں تھا؟

کیا یہ وحدت و ہم آہنگی کا احسان نہیں تھا؟

تھا اور یقیناً تھا، کیوں کہ......

جب شاہانِ مغل کا خاتمہ ہوا۔

اندلس سے مسلمانوں کا صفایا ہوا۔

تیموری سلطنت پر زوال آیا۔

لوگوں کے دلوں سے، مسلمانوں کا رعب و دبدبہ چھٹ گیا۔

اہلِ اسلام کا خوف و ہراس گھٹ گیا۔

اور پوری دنیا میں مسلمانوں کی قدر و منزلت کم ہو گئی۔

تو اُس وقت، لوگوں نے اِس کے اسباب ڈھونڈنے شروع کیے، سائنس دانوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا ڈالا، دانش وروں نے اپنی عقل و خرد داؤ پر لگا دی اور جدید تعلیم یافتہ طبقے نے ''محرکاتِ زوال'' کی تلاش و جستجو میں اپنی ساری توانائی صرف کر دی۔

اور بڑی محنت و جاں فشانی اور انتہائی عرق ریزی کے بعد، چند اعلیٰ بصیرت کے مالک اور دور رس فکر کے حامل اہلِ علم نے اِن واقعات کی تہ تک پہنچ کر اپنا نظریہ، یہ پیش کیا کہ

سابقہ قوموں کے زوال کا بنیادی سبب، آپسی اختلاف اور فقدانِ اتحاد تھا، اور حقیقت بھی یہی ہے، کہ......

اختلاف کے کیڑے نے، مغلوں کا تخت و تاج پلٹ دیا۔

انتشار کی دیمک نے، اندلس سے اسلام کی بنیاد گرا ڈالی۔

باہمی رنجش نے سلطنت تیموریہ کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔

آپسی خلفشار نے مسلمانوں کی قدیم حیثیت مٹا دی۔

اندرونی چپقلش سے مسلمانوں کا جاہ و حشم خاکستر ہو گیا۔

اور گذشتہ مسلم معاشرے کی رسہ کشی کی بناء پر اُن کے تقدم و ترقی کی راہیں مسدود ہو گئی تھیں۔

مجھے کہہ لینے دیجیے کہ، آج بھی مسلمانوں کی تباہی کا بنیادی سبب اختلاف ہے، انتشار ہی ہماری بربادی کا ضامن ہے، اور آپسی خلفشار ہی نے مسلمانوں کو زوال و انحطاط کے دَلدل میں دھکیل دیا ہے۔

افسوس ہے، ہماری خوابیدہ عقل و خرد پر...... حیرت ہے، مسلمانوں کی غفلت شعاری پر...... جب کہ ہم میں اسلاف کی تاریخ موجود ہے، ماضی قریب میں مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی تاب ناک روایات زندہ ہیں، ہماری فتح مندی اور کام رانی کی نشانیاں باقی ہیں، اگر ہم ان چیزوں کو دیکھیں اور غور کریں، تو ہمیں معلوم ہوگا، کہ......

گذشتہ کام یابیوں کا راز، ہمارا حیرت انگیز اتحاد تھا۔

ہماری حکم رانی کا سبب، ہماری بے مثال ہم آہنگی تھی۔

ہماری شان و شوکت کی بحالی، ہماری ضرب المثل یک جہتی و یک رنگی کے دم سے تھی، اُس وقت ہمارا حال یہ تھا، کہ......

پوری دنیا کے مسلمان اخوت و بھائی چارگی کا بے مثال نمونہ تھے۔

وہ ایک دوسرے کے محافظ اور پاس بان تھے۔
اُن میں ایک دوسرے کے لیے ہم دردی وغم خواری کا جذبہ تھا۔
ایک خطے کے مسلمانوں کی تکلیف، پوری قوم کے لیے لمحۂ فکریہ تھی۔
ایک صوبے کے مسلمانوں کی زبوں حالی، پوری ملتِ اسلامیہ کے لیے وبالِ جان تھی۔
اگر کسی ایک مقام پر، مسلمانوں کے ساتھ ظلم وزیادتی کی جاتی، تو پوری مسلم برادری کو، اس کے درد والم کا احساس ہوتا تھا، اور پھر......
اجتماعی شکل میں، اُس کے ازالے کی تدبیریں کی جاتی تھیں، عالمی سطح پر اُس کا سدباب کیا جاتا تھا۔
اقبال مرحوم کا یہ قول اُن کے پیشِ نظر تھا ؎

جس کے پھولوں میں اخوت کی ہوا آئی نہیں
اس چمن میں کوئی لطفِ نغمہ پیرائی نہیں

یہی وجہ ہے، کہ دنیا کی ہر طاقت اُن کی اجتماعیت کے سامنے ہیچ تھی۔
انھوں نے جس میدان میں بھی قدم رکھا......
فتح مندی نے اُن کا استقبال کیا۔
کام یابی نے قدم بوسی کی۔
نصرتِ خداوندی، اُن کی ہم رکاب ہوئی۔
دنیا اُن کے قدموں میں آگری۔
چرند وپرند، اُن کے تابع ہوگئے۔
صحرا و بیابان پر اُن کی حکومت قائم ہوئی۔

دریاؤں اور سمندروں پر، اُن کے اقتدار کا ڈنکا بجا۔
ان کے عزم وحوصلے کو دیکھ کر جنگلوں کے راجا مہاراجہ بھی ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگئے۔
اور اقبال مرحوم کو یہ کہنا پڑا، کہ......

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

لیکن آج ہمارا حال یہ ہے، کہ ہم خوابِ غفلت سے سر اُٹھانے کو تیار نہیں ہیں، عقل وخرد کو فیصل بنانے پر راضی نہیں ہیں، اتحاد واتفاق کی بات کرنا ہمیں گوارہ نہیں ہے، ایک پلیٹ فارم پر آنے کے لیے ہم تیار نہیں ہیں، باہمی روابط وتعلقات کی بحالی پر ہم آمادہ نہیں ہیں۔
اور مجھے کہنے دیجیے، کہ اپنے آپ میں مست اور مگن ہوکر بزبانِ حال ہم یہ کہہ رہے ہیں، کہ ؎

کیا ہوا، گر قوم پر، غیروں کی یلغاریں ہوئیں
ہم تو اپنے آشیانے میں بہت محفوظ ہیں

مگر اے مسلمانو! ہم بھول رہے ہیں، کہ اغیار آج ہماری اسی غفلت ولاپرواہی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں، ہماری فرقہ بندی، اُن کی سازشوں کو ہوا دے رہی ہے، مسلمانوں کی گروہی عصبیت، تشدد پرستوں کے عزائم کو پروان چڑھا رہی ہے، فقدانِ ہم آہنگی کی وجہ سے، ظلم وستم کا دائرہ وسیع تر ہوتا جارہا ہے، مسلمانوں کے اتحاد ویگانگت کا زوال، باطل کے لیے وسعت وبلندی کی راہیں ہم وار کر رہا ہے، اور ملتِ اسلامیہ میں یک جہتی وہم رنگی ناپید

ہونے کی وجہ سے، پوری دنیا میں اُسے تباہ و برباد کرنے کی اسکیمیں تیار کی جارہی ہیں۔

میرے بھائی!

ہوش میں آیئے! اتحاد و اتفاق کی پونجی کو سنبھالیے، یک جہتی اور یک رخی پر کار بند ہو جایئے، ملت اسلامیہ پر رحم کر کے، اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر لیجیے اور ٹھنڈے دماغ سے غور کیجیے، کہ......

جب ہمارا خدا ایک ہے
ہمارا ہادی و رہبر ایک ہے
ہمارے کلمے میں اتحاد ہے
ہمارے مذہب میں اتفاق ہے
ہمارے دین میں یک سانیت ہے
ہماری شریعت میں وحدانیت ہے

تو پھر...........

ہمارے دلوں میں دوری کیوں کر ہے؟
ہم اختلاف کے کانٹے میں کیوں الجھ رہے ہیں؟
ہماری زندگیوں میں انتشار کہاں سے آگیا؟
ملتِ اسلامیہ میں فرقہ بندی کیوں ہوئی؟
مسلمانوں میں گروہی عصبیت کیسے داخل ہوگئی؟
اور مسلم معاشرے کا اتحاد، پارہ پارہ کیوں کر ہوا؟
کیا ہم لوگ شاعرِ مشرق کے اس پیغام کو بھول گئے؟

کہ......

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک

غور تو کیجیے، قرآن پاک نے ہمیں متوجہ کر کے کہا ہے۔

"واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا" اے لوگو! اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو، اور اختلاف وانتشار سے بچو۔ "واذكروا نعمة الله عليكم إذ كنتم أعداء" اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو! کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، لیکن "فألف بين قلوبكم" اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی، محبت کا بیج بودیا، اور نتیجہ یہ ہوا کہ: "فأصبحتم بنعمته إخوانا" اللہ کے فضل وکرم سے تم ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہوگئے، تمہارے دلوں میں اخوت و بھائی چارگی کا چراغ روشن ہوگیا۔

ہمیں اس آیت سے سبق لینا چاہئے، اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مبارک حدیث ہماری نگاہوں کے سامنے ہونی چاہیے، آپ فرماتے ہیں "ترى المؤمنين في تراحمهم ، وتوادهم، وتعاطفهم ، كمثل الجسد ؛ إذ اشتكى عضو تداعى له سائرُ الجسد بالسهر والحمى (أو كما قال عليه الصلاة والسلام) آپسی رحم دلی، باہمی الفت ومحبت اور ایک دوسرے کے تئیں مہربانی اور نرم خوئی میں مسلمان "جسم" کی طرح ہیں، اگر ایک عضو کو، کوئی تکلیف پہنچتی ہے، تو پورا جسم بے خوابی اور

بخار کا شکار ہو جاتا ہے۔

قوم گویا جسم ہے، افراد ہیں اعضائے قوم
منزلِ صنعت کے رہ پیما ہیں دست وپائے قوم
مبتلائے درد کوئی عضو ہو، روتی ہے آنکھ
کس قدر ہم درد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

اس لیے اے مسلمانو! خوابِ غفلت کی چادر اٹھا کر پھینک دو، آپس رنجش کو مٹا دو اور باہمی کدورت کو بالائے طاق رکھ کر، ایک دوسرے سے گلے مل جاؤ، اور باہم شیر وشکر ہو جاؤ۔

بتانِ رنگ وبو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی نہ افغانی

ضرورت ہے کہ مسلمان وقت کے طوفان سے نبرد آزما ہونے کے لیے کمربستہ ہو جائیں، حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں، ملتِ اسلامیہ کے بکھرے ہوئے شیرازے کو دل وجان سے یک جا کرنے کی فکر میں لگیں، اتحاد واتفاق کی سنہری داستان رقم کریں، اور اخوت وبھائی چارگی اور ہم دردی ورواداری کا ایک نیا باب تعمیر کریں۔

اور اس مبارک حدیث کو اپنی زندگیوں میں داخل کرلیں "مَنْ لَّا يَهْتَمَّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ جو شخص مسلمانوں کی فکر نہیں کرتا، مسلمانوں کے معاملات میں دل چسپی نہیں لیتا، وہ مسلمانوں سے خارج ہے۔

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر

اسوۂ حسنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ صالح معاشرہ کا ضامن اور خوش حال زندگی کا آئینہ دار ہے۔ دورِ حاضر میں مسلمانوں کی نکبت وپستی اور محکومی وغلامی کی اہم وجوہات میں سے، ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے، کہ آج ہم لوگ جادۂ حق سے منحرف ہو گئے، ہم نے اپنے آپ کو قرآن وسنت کی تعلیمات سے آزاد کرلیا، اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کردہ شاہ راہِ ہدایت پر چلنا چھوڑ دیا۔

خدا کرے کہ مسلمانوں میں دینی غیرت وحمیت بے دار ہو جائے، اور اسلام پر مر، مٹنے کا جذبہ، پھر سے عود کر آئے۔

پھر ہو فاران کی چوٹی سے صدا کوئی بلند
پھر سے آواز محمدؐ کو ابھارا دے دے

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على نبيه الكريم أمّا بعد :

فقد قال الله تعالىٰ في كلامه العزيز

أعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم○ بسم الله الرحمٰن الرحيم○

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ○ ﴾

وَقال النبيُّ صلى الله عليه وسلم

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْن ، لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا ، كِتَابَ اللّٰهِ وسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ ، أو كما قال عليه الصلاة والسلام .

محترم حضرات اور سامعین کرام!

اللہ کا احسان ہے، اس کا فضل وکرم ہے کہ اُس نے، اس مبارک اور مقدس اجتماع کی مناسبت سے، ہمیں اور آپ کو یہاں جمع فرمایا۔ اور کچھ کہنے اور سننے کی توفیق عطا فرمائی۔ ابھی میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن کریم کی ایک آیت کا تھوڑا سا حصہ، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پاک تلاوت کی ہے، دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آیت اور حدیث دونوں کی روشنی میں، مجھے صحیح اور سچی باتیں کہنے اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرات محترم!

جو آیت کریمہ تلاوت کی گئی ہے، آپ کے سامنے جو حدیث مبارک پڑھی گئی ہے، دونوں کا تعلق براہِ راست ہم سب کے ہادی ورہبر، امیر ومُرشد، محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے ہے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت

میں مسلمانوں کو زندگی گذارنے کے لیے ایک واضح اور طریقہ بتایا ہے، دنیاوی زندگی کے لیے ایک نمونہ مقرر کیا ہے، فوز وفلاح کا ایک حسین فارمولہ عطا کیا ہے، اس آیت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل تقلید زندگی کو مسلمانوں کے لیے "آئیڈیل" بتایا گیا ہے اور یہ اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اے لوگو! اگر کامیابی وکامرانی چاہتے ہو

تمہارے اندر ہدایت وروشنی کی طلب ہے

امن وسلامتی کی خواہش ہے

طہارت وتقویٰ کی تمنا ہے

عزت وشرافت کی چاہت ہے

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن زندگی کو اپناؤ، حیاتِ نبوی کے ہر گوشے کو اختیار کرو، آپ کے ہر فرمان کو سینے سے لگاؤ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ارشادات کو آنکھوں پہ بٹھاؤ، اور سنت نبوی کو اپنی زندگیوں میں داخل کر کے، ساری دنیا کے سامنے یہ اعلان کر دو کہ:

خلافِ راہِ پیغمبر قدم جو بھی اٹھائے گا
کبھی رستہ نہ پائے گا کبھی منزل نہ پائے گا

حضرات گرامی!

پوری اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیائے رنگ وبو میں آنکھیں کھولیں، پوری دنیا تاریکی وظلمت کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی، کفر وشرک برسرِ اقتدار تھا، جہالت ولاعلمی کا دور دورہ تھا، الفت ومحبت نام کی بھی کوئی چیز نہیں تھی، وحشت وبربریت اپنے

عروج پر تھی، انسان، انسان کے خون کا پیاسا تھا، قتل وغارت گری کا بازار گرم تھا اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اب اس دنیا میں ہدایت وروشنی کا سورج طلوع نہیں ہوگا، اس کائنات کا بحران ختم نہیں ہوگا، اس دنیا کو انسانیت کا درس نہیں ملے گا، اور ہمیشہ کے لیے لوگ آداب انسانیت سے محروم ہو جائیں گے۔

ایسے نازک اور پُر آشوب دور میں ایک ایسی ذات کا ظہور ہوا، جسے نور وہدایت کی ہم رکابی حاصل تھی

ایک ایسی ہستی نے جنم لیا، جو علم وادب کا حسین سنگم تھی

ایک ایسی شخصیت معرض وجود میں آئی، جو الفت ومحبت کا انوکھا سرچشمہ تھی

وہ ذات جو لوگوں کے لیے یقین محکم کا درجہ رکھتی تھی

جس کے اندر انسانیت شناسی اور مردم نوازی کا وصف نمایاں تھا

اور جس کا فیض بے کراں انسان وجنات سے تجاوز کر کے حیوان ونباتات اور درخت وجمادات سب کو عام تھا۔

سرسبز ہو جو سبزہ ترا پائے مال ہو
بیٹھے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

چناں چہ آپ کے آتے ہی ظلمت وتاریکی کافور ہوگئی

کفر وشرک کا خاتمہ ہوا

جہالت وناخواندگی نے راہِ فرار اختیار کی

رشد وہدایت کا نیا دریا رواں ہوا

لوگوں کو مرد ُم آزاری بجائے مرد ُم نوازی کا پیغام ملا

انسانوں کو حق تلفی کی جگہ ایثار وقربانی کی تعلیم دی گئی

اس خزاں رسیدہ چمن کو بہارِ نو نصیب ہوئی

انسان کو آداب زندگی کا حیات آفریں پیغام دیا گیا

اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا عالم تہذیب وتمدن، فکر ونظر، اور علم وادب کا گہوارہ بن گیا۔

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھاگئے

اور دنیا نے دیکھا، کہ جو لوگ اس دامن ہدایت سے وابستہ ہوئے، وہ زندۂ جاوید ہوگئے، جنھوں اس مکتبِ فکر میں تعلیم پائی، وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین کہلائے، جن لوگوں نے اس آستانے کو مضبوطی سے تھامے رکھا، وہ "رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ" کے بشارت آمیز القاب سے نوازے گئے۔

یہی وہ در تھا جسے پکڑنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ، صدیق کہلائے۔

یہی وہ دربار تھا جہاں سر جھکانے کے بعد حضرت عمرؓ کو، فاروق اعظم کا خطاب ملا۔

یہی وہ بارگاہ تھی جہاں سے حضرت عثمانؓ کو، ذو النورین کا لقب ملا۔

اور یہی وہ فوجی چھاؤنی تھی، جس نے حضرت علیؓ کو "أسد اللّٰہ" کے نام سے یاد کیا۔

پوری دنیا جانتی ہے کہ جو دربارِ رسالت سے جُڑے، وہ آسمان علم وعمل کے درخشاں ستارے بن گئے، زہد وقناعت اور صبر وتوکل کے امام بن گئے، اُنھیں دربارِ رسالت سے أصحابي کالنجوم کی بشارت ملی، دنیا اور

آخرت دونوں میں کامیابی وسرخ روئی کی ضمانت دی گئی۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا اللہ نے تو آپ کو اسی کام کے لیے بھیجا ہی تھا، انسانوں کی رشد وہدایت آپ کا مشن تھا، انسانیت نوازی اور رجال سازی آپ کا طرۂ امتیاز تھا، ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا: بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ ۔ میں اخلاق کے محاسن اور اس کی خوبیوں کی تکمیل لیے، اس دنیا میں آیا ہوں۔

قرآن کریم نے بھی آپ کی ہم دردی وغم گساری اور تواضع وانکساری کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے: وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ، کہ اگر آپ بد خلق اور سخت دل ہوتے، تو مومنین آپ کے دربار عالی سے کٹ جاتے، ان کا آپ سے تعلق ختم ہو جاتا؛ لیکن اللہ نے تو آپ کو خلوص ووفا کا پیکر اور ایثار وقربانی کا خوگر بنا کر بھیجا تھا، امت کی اصلاح میں آپ نے اپنی پوری توانائی صرف کر دی، انسانوں کو راہ راست پہ لانے کے لیے ہر طرح کے مصائب کا سامنا کیا، لوگوں کی بھلائی کے لیے آپ نے دنیا کے ہر ظلم وستم کو برداشت کیا، لیکن کبھی اپنے مشن سے پیچھے نہیں ہٹے اور اس کائنات کی تاریک وادیوں کو اپنے خون جگر سے تراش تراش کر روشن کر دیا۔

اپنے لہو سے روشن کر دیں گلیاں اس دیوانے کی
گرچہ بہت تاریک تھیں راہیں شہر وفا تک جانے کی

حضرات گرامی!

اس دنیا کا دستور رہا ہے، کہ جو بھی یہاں آیا، ایک دن اسے جانا ہے، جس نے بھی یہاں آنکھیں کھولیں، ایک دن اُسے روپوش ہو کر یہ دنیا چھوڑنی

پڑی، اس دنیا میں کسی انسان کے لیے ہمیشگی اور دوام نہیں ہے، کسی بھی بشر کو یہاں خلود اور ابدی بقا حاصل نہیں ہے؛ بل کہ ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے، ہر ذی روح کو موت کی سنگلاخ وادی سے گذرنا ہے، اور ہمارا یہ عقیدہ ہے، کہ اللہ کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام بھی انسان تھے، آپ کے اندر بھی بشریت کا خمیر تھا؛ اس لیے آپ کو بھی یقین تھا کہ ایک دن مجھے بھی یہ دنیا چھوڑنی ہے، اس کائنات سے پردہ کرنا ہے، اور اس عالم فانی سے رخت سفر باندھ کر، عالم بقا کی طرف جانا ہے؛ چناں چہ جس طرح ہر بڑا، اپنے چھوٹوں کے لیے کچھ نصیحتیں کر جاتا ہے۔

بڑے ذمے دار، اپنے ماتحتوں کو اہم ہدایات دے جاتا ہے۔

باپ اپنے بیٹوں کو وصیتیں کر جاتا ہے۔

پیر اپنے مریدین ومتوسلین کے لیے کچھ فرمان جاری کر جاتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح اللہ کے رسول نے بھی، اس دنیا سے جاتے وقت کچھ نصیحتیں فرمائی ہیں، اپنی امت کو دو باتوں کی وصیت فرمائی ہے۔

اپنے بعد لوگوں کی رُشد وہدایت کے لیے آپ نے انھیں دو فارمولے عطا کیے ہیں۔

اور اس دنیا سے جاتے جاتے اُن پر عمل پیرا رہنے کی تاکید وتلقین فرمائی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا ، كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ .

اے لوگو! جب تک میں تمہارے درمیان تھا، تمہاری اصلاح کرتا رہا،

تمہارے دلوں کا تزکیہ کرتا رہا، تمہیں ایمان ویقین کی باتیں بتاتا رہا، تم اپنے مسائل لے کر آئے، میں اُن کا حل نکالتا رہا، تم اپنی مشکلات پیش کرتے رہے، میں اُن کی گتھیاں سلجھاتا رہا اور تمہارے دلوں کی تشخیص کر کے، اُن کا علاج کرتا رہا؛ لیکن اب میں یہاں سے جا رہا ہوں، اس دنیا کو چھوڑ رہا ہوں، اور دو چیزیں تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔

دو امانتیں تمہارے سپرد کر کے جا رہا ہوں۔

قرآن وسنت کی شکل میں دو چراغ تمہارے لیے جلا کے جا رہا ہوں۔

جب تک تم ان کی حفاظت کرو گے، صراطِ مستقیم پر قائم رہو گے۔

جب تک انھیں اپنائے رہو گے، زیغ وضلالت سے محفوظ رہو گے۔

جب تک انھیں سینوں سے لگائے رکھو گے، فتح وکامرانی ہم دست ہوتی رہے گی۔

اور جب تک انھیں مشعلِ راہ بنائے رہو گے، میرا اسوۂ حیات تمہاری زندگیوں میں باقی رہے گا۔

اے لوگو! کل میرے بعد ان دو چراغوں سے اپنے ایمان کو منور کرنا۔

قرآن وسنت سے اپنی زندگی سنوارتے رہنا۔

یہ دو نسخے ہیں، ان ہی سے اپنے دردِ دل کا علاج کرنا۔

ان ہی دو چیزوں میں اپنے مسائل ومشکلات کا حل تلاش کرنا۔

اور یہ امانت میرے بعد آنے والے مسلمانوں تک پہنچا دینا اور انہیں یہ بتا دینا، کہ اگر وہ میرے طرزِ زندگی کو اختیار کرنا چاہتے ہیں، تو قرآن وسنت میں غور کریں۔

اگر وہ اپنے ایمان کو جلا بخشنا چاہتے ہیں، تو قرآن وسنت کے چراغ سے روشنی حاصل کریں۔

اس لیے کہ میری پوری زندگی قرآن وسنت سے عبارت ہے۔ خود قرآن شاہد ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى○ ''اللہ کے نبی جو کچھ بتاتے ہیں، ارشادات وہدایات دیتے ہیں وہ اُن کی طرف سے نہیں ہوتا، کوئی خود ساختہ کلام نہیں ہوتا؛ بل کہ

مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرئیل
جبرئیلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

اللہ کے نبی جو کچھ بتاتے ہیں اس میں حضرت جبریل کا واسطہ ہوتا ہے، اور حضرت جبریل بھی حکم خداوندی کے بغیر زبان نہیں کھول سکتے۔

حضرات محترم!

قرآن سے پوچھیے، قرآن کریم نے متعدد مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان ہی اوصاف کے حوالے سے، اللہ تعالیٰ سے آپ کو مانگا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ○ ''اے کائنات کو بنانے والے! اے بنی آدم کو عدم سے وجود میں لانے والے اِن لوگوں کو ایک ایسا رسول عطا کیجیے، ان کے درمیان ایک ایسے نبی کو بھیجیے، جو اِن کا ہم قوم ہو، اِن کا ہم زبان ہو، جس کی زندگی اِن کے معاشرے سے ہم آہنگ ہو، يتلوا عليهم اياتك ''اے اللہ اس رسول کا

مشن یہ ہو، کہ وہ لوگوں کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے،، قرآن کے معانی سے انھیں روشناس کرائے، لوگوں کے دلوں میں قرآن کریم کی رفعت وعظمت کو اُجاگر کرے، و"یعلمهم الکتاب والحکمة" وہ رسول لوگوں کو کتاب وحکمت کی باتیں بھی سنائے، انھیں قرآن وحکمت کی تعلیم دینا بھی اس نبی کا خاصہ ہو، "ویزکیهم" اور اے آقا وہ رسول لوگوں کا تزکیہ بھی کرنے والا ہو، ان کے دلوں سے بتوں کی محبت کو مٹا کر، صرف تیری بندگی کا پیغام دینا اس نبی کی اہم ذمے داری ہو۔

خود اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا: إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ○ ''اے اللہ کے نبی جس طرح آپ کی نبوت بے مثال ہے، آپ کی رسالت عظیم ہے۔

آپ کی شخصیت بے نظیر ہے۔

اسی طرح آپ کے اخلاق بھی کریمانہ ہیں۔

آپ کے اطوار بھی بلندیوں سے ہم آغوش ہیں۔

اوصاف وکمالات میں آپ کا کوئی ہم پلہ نہیں ہے۔

اور مزاج وعادت میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ہی اوصاف کو قرآن کریم نے ایک دوسری جگہ اِن الفاظ میں بیان کیا "رَسُوْلاً يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيَاتِ اللّٰهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ○

اے لوگو! اللہ نے ایک ایسا رسول مبعوث فرمایا ہے، ایک ایسے نبی کو

حیات بخشی ہے، جو تم کو اللہ کی واضح آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اور اُس کا مقصد یہ ہے کہ مومنین صالحین کو تاریکی وظلمت کے عمیق غاروں سے نکال کر، ہدایت وروشنی کے وسیع سبزہ زاروں میں لا کھڑا کرے۔

سامعین کرام!

یہ آیتیں ہمیں جھنجھوڑ رہی ہیں، ہمارے کانوں کو آواز لگا رہی ہیں، ہمارے قلوب پر دستک دے رہی ہیں، ہماری غفلت ولاپرواہی پر ماتم کرتے ہوئے ہمیں یہ احساس دلا رہی ہیں، کہ اے لوگو! نور وہدایت کا ایک ہی راستہ ہے، موسم بہار کی تازگی اور مسرت وشادمانی کے حقیقی وصول کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے، محکومی وغلامی سے نجات اور لطف حیات کا ایک ہی نسخہ ہے، اور وہ صرف اور صرف رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے۔

مزہ برسات کا چاہو، تو اِن آنکھوں میں آبیٹھو
سیاہی ہے، سفیدی ہے، شفق ہے، ابرِ باراں ہے

سامعین گرامی قدر!

آج ہمارے درمیان اللہ کے رسول موجود نہیں ہیں، براہِ راست ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ نہیں کرسکتے؛ لیکن آپ کا اسوۂ حسنہ، آپ کے زندگی جینے کا طریقہ، اور آپ کا نمونۂ عمل ہمارے لیے مشعل راہ ہے، قرآن ہمارے لیے ذریعۂ ہدایت ہے، احادیث نبویہ مسلمانوں کے لیے درسِ عبرت ہیں، ہمیں ان سے روشنی حاصل کرنا چاہیے، دین کی نشر واشاعت کے سلسلے میں آپ کی محنتوں اور مجاہدوں سے سبق لینا چاہیے اور غور کرنا چاہیے، کہ جب دین پھیلانے کی وجہ سے آپ کو اذیتیں دی گئیں، آپ نے صبر کیا۔

احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے آپ کو ستایا گیا، آپ نے برداشت کیا لوگوں کو انسانیت سکھانے اور انسان بنانے کے جرم میں آپ پر پتھر برسائے گئے، آپ نے ہنس کر اسے قبول کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ دین کی راہ میں ہر طرح کی صعوبتیں برداشت کیں، مگر برابر اسلام کی ترویج واشاعت کرتے رہے، ہر موڑ پر لوگوں کو بلاتے اور سمجھاتے رہے، اور ہر موقع پر انھیں دین سے آگاہ کرتے رہے

اے مسلمانو! اگر آج اسلام اپنانے کی وجہ سے ہمیں ستایا جائے، دین پر عمل کرنے کے جرم میں اذیتیں دی جائیں، تحفظ اسلام کی خاطر ہم مارے جائیں، اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ میں گرفتار کیے جائیں، تو اللہ پر بھروسہ کر کے ہمیں صبر کرنا چاہیے، ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے، اور یہ سوچ کر برداشت کرنا چاہیے، کہ اے اللہ! ایک دن اسی دین کی خاطر حضرت خباب کو جلتی ہوئی ریت پر گھسیٹا گیا تھا۔

حضرت بلال کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا تھا۔

سلمان فارسی کو مارا گیا تھا۔

اور سب کچھ سہہ کر، کفار کا ہر ظلم وستم برداشت کر کے، انھوں نے اللہ کے نبی کا کلمہ پڑھا تھا۔

حب نبوی کا نعرہ لگایا تھا۔

اے اللہ! ہم بھی ان ہی کی صفوں میں سے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدت مندوں میں سے ہیں، آقا سے محبت کا دم بھرنے والوں میں سے ہیں، ہم نے عزم کر رکھا ہے کہ دین کی خاطر ہم بھی ہر طرح کی پریشانیاں

برداشت کرلیں گے، دنیا کے ہر چیلنج کا مقابلہ کریں گے، حفاظت اسلام کے لیے ہم اپنی جانیں تو دیدیں گے؛ لیکن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو نہیں چھوڑیں گے۔

آپ کی تعلیمات کو فراموش نہیں کریں گے۔

قرآن کی ہدایات کو نہیں بھلائیں گے۔

قرآن کو ہم اپنی زندگیوں میں داخل کریں گے۔

اور سنت نبویہ کو حرزِ جاں بنائیں گے۔

خوشی اور غم ہر موقع پر قرآن کا اعلان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی ہمارے لیے نمونۂ حیات اور طریقۂ زندگی ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو ہماری زندگیوں میں داخل فرمادے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

نماز

ایک اہم دینی فریضہ

نماز بندے اور خدا کے تعلق کا بہترین ذریعہ ہے

نماز سے آقا اور غلام کے رشتۂ محبت وقربت میں اضافہ ہوتا ہے

نماز سے ایمان وعقیدے میں جلاء پیدا ہوتا ہے، یقین ومعرفت میں پختگی اور صلابت آتی ہے، نماز سے ذہن ودماغ تازہ دم رہتے ہیں اور انسان کے قلب وجگر کو بیداری اور توانائی نصیب ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے، کہ نماز کو مسلمانوں کی معراج کہا گیا ہے۔

مگر افسوس...... کہ آج ہم مسلمان،

اس عظیم عبادت سے بالکل غافل ہوگئے ہیں، اور موجودہ مسلم معاشرے میں، اس اہم فریضے کی، کوئی قدر ومنزلت نہیں رہ گئی۔

اقبال مرحوم نے توجہ دلاتے ہوئے کہا تھا ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے، آدمی کو نجات



الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين ، وعلى اله وصحبه اجمعين ، ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين أما بعد!!

فقد قال الله تبارك وتعالى في كتابه الخالد

أعوذ بالله من الشيطان الرَّجيم○ بسم الله الرحمٰن الرَّحيم○

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلاَتِهِمْ خَاشِعُوْنَ○﴾

وقال أيضا

﴿إِنَّ الصَّلاَةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ○﴾

وقال النبي صلى الله عليه وسلم :

"الصلاة عماد الدين ، فمن أقامها أقام الدين ، ومن هدمها هدم الدين ، وقال في موضع اخر : مَنْ ترك الصَّلاة متعمدًا فقد كفر"

(أو كما قال عليه الصلوٰة والسَّلام .)

جن کے ہنگاموں سے تھے، آباد ویرانے کبھی
شہر اُن کے مٹ گئے، آبادیاں بَن ہوگئیں
سطوتِ توحید قائم، جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں، نذرِ برہمن ہوگئیں

محترم حضرات اور سامعین کرام!

اللہ پاک کا فضل و کرم ہے، اُس کا احسان ہے، کہ اُس نے ہمیں اور آپ کو یہاں جمع فرمایا، اور کچھ کہنے اور سننے کی توفیق عطا فرمائی۔

ابھی میں نے قرآن کریم کی چند آیتیں اور جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دو مبارک حدیثیں تلاوت کی ہیں، دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آیت اور حدیث سب کی روشنی میں، مجھے صحیح اور سچی باتیں کہنے اور ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوستو! یہ قرآنی آیتیں، جو میں نے پڑھی ہیں، یہ مبارک حدیثیں، جو تلاوت کی گئی ہیں، ان تمام نصوص میں، مذہب اسلام کی سب سے اہم عبادت ''نماز'' کا تذکرہ کیا گیا ہے، اُس پر مرتب ہونے والے فوائد اور ثمرات کی نشان دہی کی گئی ہے۔

ان فرمودات وارشادات میں، دین کے سب سے بڑے فریضے یعنی ''نماز'' کی اہمیت اور اس کی افادیت پر، روشنی ڈالی گئی ہے، نماز نہ پڑھنے والوں کے لیے عذاب کا وارنٹ جاری کیا گیا ہے، نماز سے لاپرواہی اور غفلت برتنے والوں کو سختی اور سزا سے ڈرایا گیا ہے۔

اور یہ بتایا گیا ہے کہ ؎

روزِ محشر کہ جاں گداز بود   اوّلیں پُرسش نماز بود

اے لوگو! محشر کا دن بڑا سخت اور جان لیوا ہوگا، محشر کی گھڑی انتہائی دشوار گذار اور جاں گُسل ہوگی، اور اُس دن، سب سے پہلے نماز کے متعلق پوچھا جائے گا، تمام چیزوں سے پہلے نماز کا حساب وکتاب ہوگا۔

اگر ہم غور کریں، تو معلوم ہوگا کہ اِن ارشاداتِ عالیہ میں، ہمیں آواز

لگائی گئی ہے، ہمارے سینوں پر دستک دی گئی ہے، اور یہ مطالبہ کیا گیا ہے، کہ ہم اور آپ بیدار ہو جائیں، آنکھیں کھولیں، اپنے مقصد تخلیق کو سمجھیں اور غور کریں، کہ اس دنیا میں ہمیں کس لیے بھیجا گیا ہے؟

کس مقصد کے تحت ہم پیدا کیے گئے ہیں؟

ہمارے کیا کیا فرائض ہیں؟

ہم پر کون کون سی عبادتیں واجب اور لازم ہیں؟

ہمارا شعار اور ہماری علامت کیا ہے؟

ہمیں کرنا کیا چاہیے اور ہم کیا کر رہے ہیں؟

حضرات محترم!

جس طرح ہر قوم کی ایک علامت، ہوتی ہے

ہر جماعت کی ایک پہچان ہوتی ہے

ہر مذہب کا ایک خاص شعار ہوتا ہے

ہر دین کا اپنا ایک مخصوص امتیاز ہوتا ہے

ہر دھرم کا الگ ایک لیبل ہوا کرتا ہے

اور ہر دین دار اور مذہب پسند اپنی مذہبی علامت اور دینی شعار سے جانا جاتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح:

مسلمانوں کی بھی ایک علامت ہے

اہل اسلام کا بھی ایک الگ طرۂ امتیاز ہے

دین محمدی کی بھی ایک منفرد پہچان ہے

اور مذہب اسلام کا بھی ایک خاص شعار ہے

اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں "لِكُلِّ شَيْئٍ عَلَمٌ ، وَعَلَمُ الإِيْمَانِ الصَّلَاةُ" ہر چیز کی ایک علامت اور نشانی ہوا کرتی ہے، اور ایمان کی علامت نماز ہے، اہل ایمان کی شناخت نماز سے ہوتی ہے۔

آیئے پہلے ہم نماز کی اہمیت کو سمجھیں، نماز کی افادیت پر توجہ دیں اور نماز کی قدر و منزلت کا اندازہ لگائیں۔

نماز کی فضیلت اور اس کی رفعتِ شان کو سمجھنے کے لیے، صرف اتنا ہی کافی ہے، کہ نماز کے علاوہ جتنی بھی عبادتیں فرض ہوئیں مسلمانوں پر، جن احکاماتِ شرعیہ کو لازم کیا گیا اور ان کی ادائے گی کا مکلف بنایا گیا، وہ تمام احکام اسی دنیا میں نازل کیے گئے، اور جبرئیل امین کے واسطے سے فرض کیے گئے۔

روزے کا حکم دنیا میں نازل ہوا

حج کی فرضیت کا حکم دنیا میں نازل ہوا

وجوبِ زکوٰۃ کا حکم دنیا میں نازل ہوا

اور اِن تمام میں حضرت جبریل کا واسطہ ہے

لیکن قربان جایئے! نماز کی برتری اور اُس کی عظمت پر۔

اندازہ لگایئے! کہ نماز کتنی اہم عبادت ہے، اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو، دربارِ شاہی میں بلا کر بغیر کسی واسطے کے اس اہم ترین عبادت کا حکم دیا۔

اور واقعہ یہ ہوا، کہ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغِ دین کے لیے طائف کا الم انگیز سفر کیا، طائف کی سنگلاخ وادی میں، اعلاء کلمۃ اللہ کے

لیے آپ تشریف لے گئے، طائف کے مکینوں کو آپ نے دین کی دعوت دی، اُنھیں خدائے واحد کا پیغام سنایا، تو طائف کے شر پسندوں نے آپ کی بات ماننے کے بجائے، آپ کو گالیاں دینی شروع کر دیں، قبولِ حق کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھروں کی بارش شروع کر دی، اور آپ کو لہولہان کر کے واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا۔

وہ ابر لطف جس کے سایے کو گلشن ترستے تھے
یہاں طائف میں اس کے جسم پر، پتھر برستے تھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سفر کی ناکامی کا بڑا قلق ہوا، ضیاعِ محنت کا ملال ہوا، دین کے ساتھ لوگوں کے ناروا سلوک پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ دل اور کبیدہ خاطر ہو گئے، اللہ تعالیٰ سے آپ کی بے بسی دیکھی نہیں گئی، اور اس رنج و غم کی تلافی کے لیے، سفر طائف کا قلق دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو معراج پر بلا لیا۔

میں واقعۂ معراج کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا، ورنہ بات لمبی ہو جائے گی، عرض یہ کرنا ہے، کہ جب اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام دربارِ خداوندی سے واپس آنے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس چہیتے رسول کو تین تحفے عطا کیے

۱ امت محمدیہ پر، دن و رات میں ۵۰ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔

۲ شرک کے علاوہ ہر گناہ کی بخشش کا پروانہ ملا۔

۳ اور سورۂ بقرہ کا آخری رکوع دیا گیا۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ تحائف لے کر آنے لگے، راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، اُنھوں نے پوچھا "بِمَا أُمِرْتَ"

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو، کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟ دربارِ خداوندی سے کون سا تحفہ ملا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: "بِخَمْسِيْنَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ" اے موسیٰ! اللہ تعالیٰ نے میری امت پر، ہر دن ۵۰ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: إنَّ أُمَّتَكَ لا تَسْتَطِيْعُ خَمْسِيْنَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ.

اے اللہ کے نبی! آپ کی امت سے روزانہ پچاس نمازوں کی ادائے گی نہیں ہو سکے گی، کیوں کہ، "وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ، وَعَالَجْتُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ"

بخدا آپ سے پہلے میں لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں، بنی اسرائیل کو اچھی طرح آزما چکا ہوں "فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْئَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِأُمَّتِكَ" اے اللہ کے رسول! اپنی امت پر رحم کیجیے، دربارِ شاہی میں جائیے اور تخفیف کی درخواست کیجیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر، آپ ﷺ دربارِ خداوندی میں دوبارہ تشریف لے گئے اور نمازوں میں تخفیف کی درخواست کی؛ چناں چہ ۱۰ روقت کی نمازیں کم ہوگئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لانے لگے، راستے میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انھوں نے پوچھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر واپس بھیجا، کئی بار یہ سلسلہ چلتا رہا؛ یہاں تک کہ صرف ۵ روقت کی نمازیں رہ گئیں، حضرت موسیٰ نے اس بار بھی واپس بھیجنا چاہا؛ مگر اللہ کے رسول علیہ الصلاۃ السلام نے یہ کہہ کر معذرت کر دی، کہ

"سَأَلْتُ رَبِّيْ حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ" میں کئی مرتبہ اللہ سے تخفیف کی درخواست کر چکا ہوں، اب میری ہمت نہیں ہو رہی ہے، اب تخفیف کراتے ہوئے شرم محسوس ہو رہی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی پانچ وقت کی نمازیں لے کر دنیا میں تشریف لے آئے۔

لیکن دوستو! ذرا غور تو کرو، اللہ کا فضل وکرم تو دیکھو، کہ ان پانچ نمازوں کا ثواب پچاس نمازوں کے برابر قرار دے دیا گیا، یہ نمازیں عدد میں تو پانچ ہیں؛ مگر ان کا ثواب پچاس نمازوں کے برابر ملے گا۔

حضراتِ محترم!

یہ وہ تحفہ ہے، جو آپ کو مالکِ کائنات کی طرف سے دیا گیا۔

یہ وہ عطیہ ہے، جو ایک حبیب نے اپنے محبوب کو دیا ہے۔

یہ وہ ہدیہ ہے، جو اللہ نے اپنے سب سے چہیتے پیغمبر کو دیا ہے۔

یہ وہ گفٹ ہے، جو آقا نے اپنے ہر دل عزیز بندے کو دیا ہے۔

آج ہمیں اور آپ کو بھی ہدایا ملتے ہیں۔

ہم بھی ایک دوسرے کو تحائف دیتے ہیں۔

ہم بھی آپس میں گفٹ وغیرہ کا لین دین کرتے ہیں۔

اور کتنے شوق سے اُسے رکھتے ہیں۔

کتنے اہتمام سے سجا کر رکھتے ہیں۔

یادِ دلبر میں بار بار دیکھتے ہیں۔

اُسے دیکھ کر دینے والے کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

اے مسلمانو! آج ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت کا دم بھرتے

ہیں، آقا سے محبت کا نعرہ لگاتے ہیں؛ لیکن......

سینے پر ہاتھ رکھ کر، انصاف کی زبان سے بتاؤ، کہ

ہم اللہ کے رسول کو دیے گئے اس تحفے کا کتنا اہتمام کرتے ہیں؟

آقا کی اس امانت کی ہم کتنی قدر کرتے ہیں؟

محسن اعظم کے اس ہدیے کا ہمارے پاس کتنا پاس ولحاظ ہے؟

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیے گئے، اس عطیے کی ہم کتنی پاس داری کررہے ہیں؟

یاد رکھیے! کل قیامت میں اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوگی، آقا کا سامنا ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امانت کے متعلق ہم سے پوچھیں گے، کیا جواب دیں گے ہم آپ کو؟

بازاروں کو تو ہم نے آباد کردیا۔

دنیا کی محفلوں کو زینت بخش دی۔

سینما گھروں کی رونق بن گئے۔

جوئے اور شراب کے کلب ہم سے آباد ہوگئے۔

لیکن اے مسلمانو!

ہماری مسجدیں ویران ہوگئیں۔

خانقاہوں کو ہم بھول گئے۔

اصلاحی مجلسوں سے ناطہ توڑ لیا۔

بزرگوں کی محفلوں سے اپنا رشتہ منقطع کرلیا۔

اور نماز جیسے اہم فریضے کو ہم نے پس پشت ڈال دیا۔

وہ سجدہ روحِ زمیں، جس سے کانپ جاتی تھی
اُسی کو آج ترستے ہیں منبر ومحراب

یا اقبال ہی کی زبان میں یوں کہیے:

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں، کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

حالاں کہ، قرآن کریم بار بار ہمیں بیدار کررہا ہے، ہماری غفلت ولاپرواہی پر ماتم کرتے ہوئے ہمیں احساس دلا رہا ہے کہ اے لوگو! نماز کی اہمیت وافادیت کو سمجھو، ہر حال میں اسے ادا کرو، اس میں بڑے فائدے ہیں۔

قرآن سے پوچھیے! قرآن بتائے گا کہ "اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ" نماز برائیوں سے روک دیتی ہے، نماز لغویات اور منکرات سے بچالیتی ہے۔

دوسری جگہ اعلان ہوتا ہے: "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ، الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ" خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے مومنوں کو کامیابی اور سُرخ روئی کی ضمانت دی گئی ہے۔

اور یہی نہیں؛ بل کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی ہمارے سامنے ہے، احادیث کا ذخیرہ موجود ہے، ہم اس میں غور کریں، تو معلوم ہوگا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب وجگر میں نماز کی کتنی اہمیت ووقعت تھی؟ آپ کے دل میں نماز کی کیا حیثیت تھی؟

روایتوں میں آتا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب ہے، آپ اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں، اور اُس حالت میں بھی

نماز کے اہتمام کی تاکید کر رہے ہیں، پابندی سے نماز ادا کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں، حدیث کے الفاظ ہیں "الصَّلاۃُ وما مَلَکَتْ اَیمانُکُم"

اے لوگو! نماز کا خیال کرنا

نماز کا اہتمام کرنا

نماز کی پابندی کرتے رہنا

اور اپنے غلاموں کی رعایت کرنا۔

ایک دوسری روایت میں یہ ارشاد ہے "الصَّلاۃُ عِمادُ الدین فمَنْ أقَامَها أقَامَ الدین ومَنْ هدَمَها هدَمَ الدین" (أو كما قال عليه الصلاة والسلام) آپ فرماتے ہیں، کہ جس طرح کسی عمارت کے لیے ستون کی ضرورت پڑتی ہے۔

چھت کے لیے سہارے اور تھمبے کی ضرورت ہوتی ہے۔

بغیر ستون کے کوئی عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔

کھمبوں کے بغیر کوئی چھت کھڑی نہیں رہ سکتی۔

کسی سہارے کے بغیر کوئی تعمیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔

بعینہٖ یہی صورتِ حال دین کی ہے، نمازیں دین کا ستون ہیں۔

دین کے لیے مضبوطی اور سہارا ہیں۔

نماز کے بغیر دین کی بنیاد قائم نہیں رہ سکتی۔

دین میں پختگی نہیں آ سکتی۔

یہی وہ عبادت ہے، جس کے متعلق سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قُرَّۃُ عَیْنِيْ فِي الصَّلَاۃِ" نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، میرے

دل کا سرور ہے، نماز سے میرے قلب وجگر کو تقویت اور راحت ملتی ہے۔

اور اے مسلمانو! میں آپ کو بتاؤں، حقیقت بھی یہی ہے، جسے نماز کا لطف حاصل ہو جاتا ہے، بغیر نماز پڑھے اسے چین نہیں رہتا۔

نماز کا لطف وسرور، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے معلوم کرو۔

نماز کا لطف وسرور، حضراتِ صحابہ کے معمولات سے معلوم کرو۔

نماز کا لطف وسرور اللہ والوں سے معلوم کرو۔

نماز کا لطف وسرور، متقی اور پرہیزگاروں سے معلوم کرو۔

نماز کا لطف وسرور، شب زندہ داروں سے معلوم کرو۔

وہ آپ کو کیف وسرور کے حصول کا طریقہ بتائیں گے، اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ سنائیں گے "أَن تعبُدَ اللّٰهَ كأَنَّكَ تراه" نماز کا مزہ اُس وقت ملے گا، نماز کا لطف اُس وقت حاصل ہوگا، جب ہم انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ کے دربار میں کھڑے ہوں گے، عاجزی اور انکساری کے ساتھ سجدہ ریز ہوں گے، پوری توجہ اور لگن کے ساتھ نماز پڑھیں گے، اور یہ بات ہمارے پیش نظر ہوگی کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔

اور بتایئے جب غلام اپنے آقا کے سامنے کوئی کام انجام دیتا ہے، تو کتنی توجہ اور اہتمام سے کرتا ہے، کتنی لگن اور دلچسپی سے کرتا ہے۔

اور دوسرا فارمولہ یہ ہے کہ، اگر ہم اتنے مضبوط ایمان واعتقاد والے نہیں ہیں، ہمارے اندر اس درجے کا خشوع وخضوع نہیں ہے، تو کم سے کم اتنا تو ہونا ہی چاہیے "فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ يَرَاكَ" کہ اگر ہم اللہ کو نہیں دیکھ سکتے، ہماری نگاہیں کمزور ہیں۔

ہمارے ایمان میں وہ روشنی نہیں ہے۔

ہمارے دلوں میں وہ لگن نہیں ہے۔

ہمارے سینوں میں وہ آتشِ عشق نہیں ہے۔

ہمارے قلوب میں وہ سوز و تپش نہیں ہے۔

اور ہمارا اعتقاد اتنا مضبوط نہیں ہے۔

کہ ہم اللہ کو دیکھ سکیں، مالکِ حقیقی کا دیدار کر سکیں، تو میرے بھائی، ہماری نمازیں اس درجے کی تو ہونی ہی چاہئیں، کہ نماز پڑھتے وقت یہ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہے ہیں، ہمارا آقا ہمیں دیکھ رہا ہے۔

لیکن افسوس صد افسوس!

اولاً تو ہم میں سے اکثر لوگ نماز پڑھتے ہی نہیں، اور جو پڑھتے بھی ہیں اُن سے پابندی نہیں ہو پاتی، خشوع اور خضوع کا فقدان رہتا ہے۔

اقبال مرحوم نے اسی کی ترجمانی کی ہے:

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں، نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں

نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں

ایک بزرگ نے لکھا ہے (غالباً حضرت تھانویؒ ہیں) کہ اب تو مسلمانوں نے نماز کا مخصوص دن مقرر کر رکھا ہے، خاص مناسبت سے نماز میں نظر آتے ہیں، عام مسلمانوں کا یہ مزاج بن چکا ہے کہ وہ اب صرف تین طرح کی نماز پڑھتے ہیں۔

جانتے ہیں آپ وہ کون سی نمازیں ہیں؟ پتہ ہے آپ کو اُن نمازوں کے بارے میں؟ آیئے میں آپ کو بتاؤں، لیکن معاف کیجیے کا ذرا سخت مسئلہ ہے،

دل پر لگے گا۔

۱۔ پہلی قسم ہے ’’آٹھ‘‘ (کی نماز) یعنی جمعے کی نماز، ہم سے اکثر لوگ جمعہ صرف اس لیے پڑھتے ہیں، کہ گھر پر جمعے کی تیاری ہوتی ہے، پورے محلے اور گاؤں میں جمعہ کے دن عید جیسا سماں ہوتا ہے، چھوٹے چھوٹے معصوم بچے بھی جمعہ کے لیے جاتے ہیں، اس لیے ہم بھی اپنی شرمندگی اور خجالت چھپانے کے لیے جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں۔

۲۔ دوسری قسم ہے ’’کھاٹ‘‘ (کی نماز) یعنی نمازِ جنازہ، جب گاؤں میں کسی کا انتقال ہو جاتا ہے، بستی کا کوئی مسلمان فوت ہو جاتا ہے، تو اِس رعایت میں ہم نمازِ جنازہ پڑھنے چلے جاتے ہیں، کہ اگر آج ہم فلاں کی نمازِ جنازہ میں شرکت نہیں کریں گے، تو کل جب ہمارا انتقال ہوگا، ہمارے گھر کا کوئی فرد اس دنیا سے جائے گا، تو اِس میت کے گھر والے بھی ہماری نمازِ جنازہ نہیں پڑھیں گے۔

۳۔ اور تیسری قسم ہے ’’تین سو ساٹھ‘‘ دن والی نماز ’’یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز‘‘ مجھے کہنے دیجیے، یہ نمازیں......

ہم اپنی ذات سے تہمت دور کرنے کے لیے پڑھتے ہیں۔

طعن و تشنیع سے بچنے کے لیے پڑھتے ہیں۔

شرم و حیا کو بچانے کے لیے پڑھتے ہیں۔

عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے پڑھتے ہیں۔

بچوں اور نماز پڑھنے والے بوڑھوں کی رعایت میں پڑھتے ہیں۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ نے اسی کا رونا روتے ہوئے کہا تھا، کہ

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی، تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

سامعین گرامی قدر!

اگر ہم اِس کائنات میں غور کریں، دنیا کے نظم و انتظام کو دیکھیں تو بہ آسانی ہمیں نماز کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔

ذرا بتاؤ تو سہی کہ اگر اس دنیا میں......

کوئی آقا اپنے غلام کو حکم دے اور وہ نہ مانے۔

استاد اپنے شاگرد کو کچھ بتائے اور وہ اُس پر عمل نہ کرے۔

باپ اپنے بیٹے سے کسی کام کے لیے کہے اور بیٹا توجہ نہ دے۔

ایک ذمے دار اپنے ماتحتوں کو کوئی ہدایت دے اور وہ اس پر عمل نہ کریں

تو بتایے کیا ہوگا؟

آقا غلام کو بھگائے گا یا نہیں؟

استاد شاگرد پر خفا ہوگا یا نہیں؟

باپ اپنے بیٹے سے ناراض ہوگا یا نہیں؟

ذمے دار شخص کو، ماتحتوں سے نفرت ہوگی یا نہیں؟

اے مسلمانو! ذرا سوچو تو سہی، کہ جب ہمیں اپنے حقوق نہ ملنے پر ملال ہورہا ہے، ہم استحصالِ حقوق کا شکوہ کررہے ہیں، صرف ایک بات نہ ماننے پر شور اور واویلا مچانے لگتے ہیں۔

تو وہ خدا، جس نے ہمیں پیدا کیا۔

وہ بادشاہ، جو سارے جہاں کا حاکم ہے۔

وہ آقا پوری دنیا، جس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

وہ اللہ جو ہماری سرکشی کے باوجود ہمیں روزی دے رہا ہے۔

وہ مولا، جو نافرمانی کے بعد بھی ہمیں انعام دے رہا ہے۔

بتایئے! اگر اسی طرح ہم اس کے حقوق کو پامال کرتے رہے، فرائض اور واجبات کو ترک کرتے رہے، اس کے ارشادات و فرمودات سے لاپرواہی برتتے رہے، تو کیا سمجھتے ہیں آپ؟

اللہ پاک ہم سے ناراض نہیں ہوں گے؟

ہم پر اپنا قہر نازل نہیں کریں گے؟

آسمانی آفتیں نازل نہیں ہوں گی؟

دنیاوی عذاب سے ہم بچ جائیں گے؟

رحمتیں باقی رہیں گی؟

برکتوں کی بارش ہوگی؟

نہیں ہرگز نہیں، سو بار نہیں، ہم اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اُس کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ۝ اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے، اس کی گرفت بڑی مضبوط ہے۔

لیکن ہمارا حال یہ ہے، کہ ؎

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر، کلامِ نرم و نازک بے اثر

دوستو! ہم نے عجیب ذہن بنالیا ہے، ہوش و خرد پر تالا لگا دیا ہے، ہمارا یہ عقیدہ بن چکا ہے، اگر ہم تجارت موقوف کرکے نماز پڑھنے جائیں گے، تو

ہماری تجارت ٹھپ پڑ جائے گی، ہماری دکان سے گاہک اور کسٹومر چلے جائیں گے، اگر ہم کھیتی کا کام چھوڑ کر نماز میں لگیں گے، تو ہماری کھیتی خراب ہو جائے گی، ہمارے بال بچے فاقے پر مجبور ہو جائیں گے، ہمیں دنیا والوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے گا۔

ہم نے یہ خیال بنا رکھا ہے، کہ جتنا وقت ہم نماز میں صرف کریں گے، اتنے وقت میں ہماری تجارت کو فروغ مل جائے گا، ہمیں نفع اور آمدنی حاصل ہو جائے گی، ہماری کھیتی سدھر جائے گی۔

لیکن اے مسلمانو! ذرا غور تو کرو، آقا کے فرمان پر توجہ دیجیے، ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ

نفع نماز پڑھنے میں ہے، یا چھوڑنے میں......

تجارت نماز پڑھنے سے چلے گی، یا چھوڑنے سے؟

دکان نماز پڑھنے سے چمکے گی، یا نہ پڑھنے سے؟

کاروبار میں نماز پڑھنے سے ترقی ہوگی، یا نہ پڑھنے سے؟

کھیتی میں نماز پڑھنے سے برکت ہوگی، یا نہ پڑھنے سے؟

دنیاوی آمدنی نماز پڑھنے سے حاصل ہوگی، یا نہ پڑھنے سے؟

اللہ کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں "مَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةٌ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ" (أو كما قال عليه الصلاة والسلام) جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہوگئی، تو اُس کا حال یہ ہے، جیسے کہ اس کے اہل وعیال ہلاک ہو گئے ہوں، اس کی دولت وثروت تباہ ہو گئی ہو۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ

خدا کو بھول گئے لوگ فکرِ روزی میں
خیالِ رزق ہے رزاق کا خیال نہیں

اس لیے میرے بھائی، ابھی بھی وقت ہے، ہم قرآن وحدیث کے فرمودات پر غور کریں اُن سے عبرت حاصل کریں، گناہوں سے توبہ کرلیں اور یہ عہد کرلیں، کہ آج سے نمازوں کا اہتمام کریں گے۔

نمازوں کی پابندی کریں گے۔

ہر حال میں نماز کو ادا کریں گے۔

ہر کام پر نماز کو مقدم رکھیں گے۔

اور شریعت کے مطابق زندگی گذاریں گے۔

کیوں کہ:

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم، می شود پرہیزگار

جوانی میں توبہ کرنا، یہ اللہ کے پیغمبروں کا طریقہ رہا ہے، ورنہ بڑھاپے میں تو خوں خوار بھیڑیا بھی تقوے کا خواب دیکھنے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین

دنیا یہیں رہے گی، سن لو اے دنیا والو!
جائے گا ساتھ اپنے، اعمال کا خزانہ
کچھ کام آسکے گا، نہ انساں کا مال وزر
دیں گی ہمیں سہارا، یہ نماز پنج گانہ

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

رمضان
بخششِ خداوندی کا اعلان

یوں تو اللہ کی رحمت، ہر آن بندوں پر متوجہ رہتی ہے،
ہر لمحہ خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے،
اور اللہ کی فیاضی وکرم گستری کا دروازہ، ہر وقت کھلا رہتا ہے۔
لیکن ''رمضان'' میں خیر و برکت کی بہار آجاتی ہے،
رحمت ومغفرت کی ہوائیں چلتی ہیں، اور خدا کی داد و دہش کا ''دریا'' پوری آب وتاب کے ساتھ رواں ہو جاتا ہے۔
اس مہینے میں ''شب قدر'' اور نزول ''قرآن'' کے وقوع سے، ایک خاص قسم کا نکھار پیدا ہو گیا ہے۔
اس لیے ہم مسلمانوں کو رمضان کے استقبال میں تیار رہنا چاہیے
اور پورے سال کی غفلت ولاپرواہی کو پس پشت ڈال کر، عبادت وریاضت کے لیے کمربستہ ہو جانا چاہیے۔

مسلمانو! اٹھو رمضان کی تیاریاں کرلو
عبادت سے، ریاضت سے، تلاوت سے، اطاعت سے



الحمد للّٰہ رب العالمین ، والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین ، وعلٰی الہ وصحبہ اجمعین ، ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین أما بعد!!

فقد قال اللّٰہ تبارك وتعالٰی في کلامہ العزیز

أعوذ باللّٰہ من الشیطان الرَّجیم○ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرَّحیم○

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ○﴾

وقال النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم :

''إنَّ في الجنَّة بابًا یُقالُ لهُ الرَّیَّان یَدخُلُ مِنهُ الصَّائمُونَ یومَ القِیامَةِ الخ''

(أو کما قال علیہ الصلوٰۃ والسَّلام)

مبارک ہو مسلمانو، کہ پھر ماہِ صیام آیا
خدا کی رحمت وبخشش کا دوبارہ پیام آیا
الٰہی ہم کو بھی رمضان کا، تو قدرداں کردے
تیرے دربارِ عالی سے بڑا اچھا انعام آیا

محترم حضرات اور سامعین کرام!
اللہ پاک کا احسان ہے، اُس کا فضل وکرم ہے، کہ اُس نے ہمیں اور آپ کو یہ مبارک مہینہ عطا فرمایا، اور اسی مہینے کی برکت سے ہم اور آپ آج

یہاں جمع ہوئے، ابھی میں نے قرآنِ کریم کی ایک آیت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک حدیث کا ایک حصہ تلاوت کیا ہے، دعا کیجیے کہ اللہ پاک دونوں کی روشنی میں مجھے صحیح اور سچی باتیں کہنے اور ہم سب کو اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محترم حضرات!

روزِ اول ہی سے، یہ خدائی قانون چلا آرہا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ دستور رہا ہے کہ دنیائے فانی کی تمام چیزوں میں فرق مراتب ملحوظ رکھا گیا ہے، درجات کے اعتبار سے تفاوت رکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں بعض چیزیں ایسی ہیں، جو دوسری اشیاء سے بلند اور برتر ہیں، جن کی کچھ خاص اہمیت اور انفرادی حیثیت ہے، وہ اپنے اندر ممتاز وصف اور امتیازی شان رکھتی ہیں۔

چناں چہ ''انسان'' اشرف المخلوقات ہے، کوئی دوسری مخلوق انسانوں کے ہم پلہ نہیں ہے۔

ہفتے کے دنوں میں ''یوم جمعہ'' کو ایک خاص فضیلت اور برتری حاصل ہے۔

پورے سال کی راتوں میں ''شب قدر'' کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنے دامن میں، بخشش ورحمت اور عفو ومغفرت کا دریا سمیٹے ہوئے آتی ہے۔

تمام آسمانی کتابوں میں ''قرآن پاک'' منفرد شان کا حامل ہے، حضرات انبیاء کرام کی فہرست میں ''رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم'' سب سے اعلیٰ اور نمایاں ہیں۔

ٹھیک اسی طرح رمضان المبارک کی بھی اپنی ایک حیثیت ہے، پورے

سال کے مہینوں میں رحمت وبرکت کے اعتبار سے ''رمضان'' کو خاص امتیاز اور منفرد مقام حاصل ہے، اِس مہینے کی رفعت وعظمت اور قدر ومنزلت کا اندازہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس مبارک حدیث سے لگاییے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيلَةٍ مِن شَهْرِ رَمَضانَ صُفِّدَتِ الشَّياطِينُ وَمرَدَةُ الجِنِّ" رمضان المبارک کی پہلی رات آتے ہی شیطانوں اور سرکش جناتوں کو بیڑیوں میں جکڑ دیا جاتا ہے "وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النِّيْرَانِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بابٌ" (ایک طرف) جہنم کے سارے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور (پورے مہینے) جہنم کا کوئی دروازہ نہیں کھلتا، اور دوسری طرف "وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ" جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور (پورے رمضان) جنت کا کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا، صرف اتنا ہی نہیں؛ بل کہ "وَيُنَادِىْ مُنَادٍ : يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ" ایک ندا دینے والا، ایک آواز دینے والا، یہ آواز لگاتا ہے، اے خیر وبرکت کے طلب گارو! آگے بڑھو، اور اے شر ومعصیت کے لٹیرو! دور بھاگو۔ "وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ" اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بہت سے جہنمیوں کو آزادی کا پروانہ عطا کرتے ہیں، اور رمضان کی ہر رات میں یہی معاملہ ہوتا ہے۔

حضرات گرامی!

اندازہ لگاییے، رحمتِ خداوندی کی وسعت وکشادگی کا۔

دریائے مغفرت کی فیاضی وفراخ دِلی پر غور تو کیجیے، کہ

مسلمانوں کی حفاظت کے لیے

اہل ایمان کو نیک اور صالح بنانے کے لیے

مومنین کو منکرات و وساوس سے بچانے کے لیے

اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو محبوس اور مقید کر دیا، تا کہ مسلمان، پوری یک سوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

اِس مہینے کی برکت سے مالکِ حقیقی کو راضی کر لیں۔

اللہ سے اپنا رشتہ مضبوط کر لیں۔

تہجد گذار بن کر، اپنے گناہوں کی مغفرت کرالیں۔

اور شب زندہ داری کر کے، اپنے اعمال نامے میں نیکی اور خیرات کا ذخیرہ جمع کر لیں۔

کیوں کہ اس مہینے میں نوافل کا ثواب فرائض کے برابر ہو جاتا ہے، اور ایک فرض ادا کرنے پر ستر فرض کا ثواب ملتا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ رہ روِ منزل ہی نہیں

قرآن کریم نے روزے کی اہمیت اور اس کی افادیت کو بیان کرتے ہوئے یہ اعلان کیا "یا أیها الذین امنوا کتب علیکم الصّیام کما کتب علی الذین من قبلکم" اے مسلمانو! تم پر روزے فرض کیے گئے، جیسا کہ تم سے پہلے انسانوں پر فرض کیے گئے، اور جانتے ہو، اس فریضے کی حکمت کیا ہے؟ روزے کا مقصد کیا ہے؟

"لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ" مقصد یہ ہے کہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ،

طہارت کے خوگر اور تقویٰ شعار بن جاؤ، تمہارے دلوں میں اللہ کا خوف اور اُس کی خشیت پیدا ہو جائے۔

سامعین گرامی قدر!

یہ آیت کریمہ جہاں ایک طرف روزے کا مقصد اور اُس کی حکمت کو بیان کر رہی ہے، تو دوسری طرف اس سے یہ اشارہ بھی مل رہا ہے؛ کہ انسان پورے سال دنیاوی کاروبار میں لگا رہتا ہے، تجارت و زراعت، اُسے ذکر اللہ سے غافل کر دیتی ہیں، کسب معاش اور فکر اولاد انسانوں کو، توبہ اور رجوع الی اللہ سے بے پرواہ کیے رہتی ہے، مسلسل گیارہ مہینے ایک دوسرے کی غیبت اور بدگوئی ہوتی رہتی ہے، انسان کو انسان سے شکوہ اور شکایت رہتی ہے، غرض یہ کہ، انسان دنیاوی معاملات میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔

اور نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ سے غفلت، عبادتوں سے لاپرواہی، اور نیک کاموں سے سستی و کاہلی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

چناں چہ

اِن چیزوں کو ختم کرنے کے لیے۔

گناہوں کے ازالے کے لیے۔

برائیوں پر ندامت کے آنسو بہانے کے لیے۔

اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی توبہ کے لیے۔

اپنے دلوں کا تزکیہ کرنے کے لیے۔

بخشش و مغفرت کا پروانہ حاصل کرنے کے لیے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ مبارک مہینہ عطا کیا ہے، اور خشیت و تقویٰ

کو اِس مہینے کا خاص وصف قرار دیا گیا ہے۔

روایتوں میں آتا ہے، کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا، اے اللہ کے نبی! لوگ کس چیز کی وجہ سے سب سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اللہ کا خوف اور اچھے اخلاق، ان دو اوصاف کی بدولت لوگ زیادہ جنت میں جائیں گے، اس کے بعد آپ سے دریافت کیا گیا، کہ جہنم میں سب سے زیادہ کون سی چیز لوگوں کو داخل کرائے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ" منھ اور شرم گاہ، اِن دو چیزوں کی وجہ سے، زیادہ لوگ جہنم میں جائیں گے۔

حضرات محترم!

غور تو کیجیے اِس حدیث پر، کہ منھ اور شرم گاہ کی حفاظت ہی کا نام تو روزہ ہے، روزے کا مقصدِ اصلی یہی ہے، کہ انسان شرم گاہ کی برائی سے بچ جائے، وہ منھ کے بکواس اور خرافات سے محفوظ ہو، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں: "مَنْ لَم یدَعْ قولَ الزُّور ، وَالعَمَلَ به فلَيسَ لِلّٰهِ حَاجةٌ فِي أَن يَّدَعَ طعَامَهُ وشرَابَهُ"

جو شخص روزہ رکھ کر بھی، جھوٹ بولنا نہ چھوڑے، بدگوئی اور مکاری سے باز نہ آئے، تو اللہ کو اُس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

یعنی اگر روزہ رکھ کر بھی ہم جھوٹ بولیں۔

روزہ رکھ کر بھی غیبت نہ چھوڑیں۔

روزے دار بن کر بھی فحاشی اور بدگوئی کریں۔

روزے کی حالت میں بھی برائیوں سے نہ بچیں۔

تو ہمارے روزے کا کیا فائدہ؟ اس طرح بھوکا پیاسا رہنے سے کیا حاصل؟ جب روزے کا اصلی مفہوم اور اس کا صحیح مطلب ادا نہ ہو پائے۔

یہ تو ایسے ہی ہے کہ ؎

جس کھیت سے دہقان کو میسر نہیں روزی
اُس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

ذرا بتایے تو سہی، کہ جس کھیت سے مالک کو آمدنی نہیں حاصل ہوگی، اُسے وہ بوئے گا؟

جس کھیت سے کسان کو غلہ اور اناج نہیں ملے گا، اُس کی وہ کاشت کرے گا؟ اس کھیت کی اُسے فکر ہوگی؟ کوئی پرواہ ہوگی؟

نہیں، ہرگز نہیں؛ بل کہ ایسے کھیت کو کسان بنجر اور چٹیل چھوڑ دے گا، تو اے مسلمانو! بتاؤ جب ہمارے روزے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، روزہ رکھ کر بھی ہم برائیوں سے نہیں بچیں گے، تو اللہ تعالیٰ کو ہمارے روزوں کی فکر ہوگی؟ ہمارے بھوکا پیاسا رہنے کی اللہ کو کوئی پرواہ ہوگی؟

بولیے......ہوگی؟ نہیں اور یقیناً نہیں......

اِس لیے اے میرے بھائی، جب ہم صبح سے شام تک پیاس کی سختی برداشت کر سکتے ہیں، بھوک کی شدت اور پیٹ کی گرمی پر صبر کر سکتے ہیں، تو کیوں نہ ہم منکرات سے بچ جائیں، برائیوں سے اپنے آپ کو دور رکھیں، اپنے روزوں کو کارآمد بنائیں اور حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مبارک حدیث کو پیش نظر رکھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ" (أو كما قال عليه

الصلاۃ والسلام) آپ فرماتے ہیں، کہ روزے دار کے منھ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک سے بھی زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔

حدیث قدسی ہے، اللہ کے نبی علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں، کہ روزے داروں کے لیے اللہ کا فرمان یہ ہے "اَلصَّومُ لِيْ وَ اَنَا اَجْزِيْ بِهٖ" روزہ میرے لیے ہے، اور اس کا بدلہ میں خود عطا کروں گا۔

سوال یہ ہے کہ......

عبادتیں تو سب اللہ کے لیے ہوتی ہیں۔

تمام اوراد و وظائف اللہ کے نام پر پڑھے جاتے ہیں۔

ساری نیکیاں اللہ کے لیے ہوتی ہیں۔

تمام صدقات وخیرات اللہ کے لیے کی جاتی ہیں۔

پھر روزے میں ایسی کون سی خصوصیت ہے؟ جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں، کہ "روزہ میرے لیے ہے"

روزے میں وہ کون سی خوبی ہے؟ جس کی وجہ سے اُسے اتنی ہمیت دی گئی ہے۔

حضرات محدثین نے، اس کی کئی توجیہات بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ ہے، کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے، جس میں ریاء کا کوئی دخل نہیں ہے، روزے میں دکھاوے کا ذرہ برابر شائبہ نہیں ہے؛ جب کہ اس کے علاوہ دیگر عبادتوں میں، ریاء کاری کا احتمال باقی رہتا ہے۔

۲۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ کھانے، پینے اور دیگر انسانی لوازمات سے، بے نیازی یہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، اور مومن بندہ بھی جب اللہ کے حکم

کی اطاعت کرتے ہوئے کھانے، پینے، اور انسانی ضروریات سے رُک جاتا ہے، اپنے نفس کی خواہشات کو اللہ کی خوشی کے لیے قربان کردیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کو خصوصی قرب حاصل ہوتا ہے، اور اسی تقرب کو "الصوم لي" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اِس حدیث کا دوسرا جزیہ ہے "وَاَنَا أَجْزِيْ بِهٖ" روزے کا بدلہ میں دوں گا۔

ایک سوال یہاں بھی ذہن میں گردش کررہا ہے، وہ یہ کہ:

تمام عبادتوں کا بدلہ اللہ پاک عطا فرمائیں۔

تمام نیکیوں کا ثواب دربارِ خداوندی سے ملے گا۔

نمازوں کا ثواب دربارِ خداوندی سے ملے گا۔

حج کا ثواب دربارِ خداوندی سے ملے گا۔

زکوٰۃ کا ثواب دربارِ خداوندی سے ملے گا۔

صدقات وخیرات کا ثواب دربارِ خداوندی سے ملے گا۔

نوافل اور واجبات کا ثواب دربارِ خداوندی سے ملے گا۔

اور تمام اچھے کاموں کا ثواب دربارِ خداوندی سے ملے گا۔

اب روزے میں کون سی ایسی بہتری ہے؟ کہ خدا تعالیٰ یہ فرمارہے ہیں وَأَنَا أجزي به اس کا بدلہ میں دوں گا۔

روزے کی کیا امتیازی شان ہے؟ کہ اس کا ثواب اللہ ہی دیں گے۔

علماء نے لکھا ہے اِس کا ایک مطلب تو یہ ہے، کہ روزے کے ثواب کی مقدار اور اُس کی بدولت نیکیوں میں ہونے والے اضافے کو صرف اللہ تعالیٰ

جانتے ہیں، اللہ کے علاوہ کسی اور کو اس کا علم نہیں ہے، بندوں کے اِس عمل سے خوش ہو کر، اللہ تعالیٰ اُنھیں کتنا نوازدیں، یہ کسی کو نہیں معلوم ہے۔

۲۔ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "أنا أجزي به" کا ایک دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب دیگر عبادتوں کا بدلہ دیا جائے گا، روزے کے علاوہ اور دوسری نیکیوں کا ثواب ملے گا، تو اس میں فرشتوں کا واسطہ ہوگا، فرشتوں کے ذریعے دیا جائے گا، لیکن جب روزے کا نمبر آئے گا، تو اِس کا ثواب خود خالق کائنات عطا فرمائیں گے، اِس میں فرشتوں کا واسطہ نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں روزے داروں کی اتنی اہمیت اور وقعت ہے کہ جنت میں اُن کے لیے خاص دروازہ بنایا گیا ہے، اللہ پاک نے روزے داروں کے لیے، ایک اسپیشل گیٹ لگایا ہے، اللہ کے حبیب علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں "فِي الجَنَّةِ بابٌ يُدعَى الرَّيَّانُ ، يُدْعَى له الصَّائمُونَ" جنت میں "ریان" نامی ایک دروازہ ہے، اُس دروازے سے روزے داروں کو پکارا جائے گا "فَمَنْ كَانَ مِنَ الصَّائِمِينَ دَخَلَهُ" جتنے بھی روزے دار انسان ہوں گے، وہ اُس دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے "وَمَنْ دَخَلَهُ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا" اور جو اس دروازے سے جنت میں داخل ہو جائے گا، پھر اسے کبھی پیاس کا احساس نہیں ہوگا۔

رسول پاک نے دی ہے، بشارت روزے داروں کو
کہ اُن کے واسطے جنت میں ہوگا، ایک دروازہ
ہے ریاں نام اُس کا، اُس سے روزے دار جائیں گے

کسی کے واسطے کھولا نہ جائے گا وہ دروازہ

حضرات گرامی!

ویسے تو رمضان المبارک کا پورا مہینہ، انوار و برکات سے بھرا ہوا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اِس مہینے کو دو ایسی خصوصیات سے نوازا ہے، جس سے رمضان کی قدر و منزلت میں، چار چاند لگ گیا۔

رمضان کو دربارِ خداوندی سے، دو ایسے چراغ عطا کیے گئے ہیں، جن کی وجہ سے اس مہینے کی تابانی، اور اِس کی جلوہ سامانی میں مزید نکھار پیدا ہو گیا، اور رمضان المبارک کی رونق دوبالا ہو گئی۔

جانتے ہیں آپ؟ وہ روشن چراغ کیا ہیں؟

۱۔ پہلا "قرآن" اور ۲۔ دوسرا "شب قدر"

قرآن کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے لوگو جانتے ہو! رمضان کتنا عظیم ہے؟ رمضان کی کیا اہمیت ہے؟ کتنا بلند مقام ہے رمضان کا؟

سنو! رمضان وہ مقدس مہینہ ہے، جس میں "قرآن" جیسا بے مثال کلام نازل کیا گیا، قرآنِ پاک جیسی مقدس کتاب نازل کی گئی، جو انسانوں کے لیے ذریعہ ہدایت اور سرچشمۂ حیات ہے، یوں سمجھ لیجیے کہ رمضان اور قرآن، ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم ہیں، قرآن کا رمضان سے اور رمضان کا قرآن سے انتہائی گہرا اور مضبوط تعلق ہے۔

جب بندۂ مومن روزہ رکھتا ہے، دن میں قرآن کی تلاوت کرتا ہے، راتوں میں تراویح کا اہتمام کرتا ہے، مالک حقیقی کے دربار میں سجدہ ریز ہوتا

ہے، تو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی یہ ادا بہت پسند آتی ہے، اس درجہ اطاعت شعاری پر اللہ پاک فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں، اور اِس وفا شعار بندے پر رحمت خداوندی متوجہ ہو جاتی ہے۔

دوسری طرف مسلمانوں کو بھی تلاوتِ قرآن کا لطف ملتا ہے، عبادت وریاضت میں لذت حاصل ہوتی ہے، قرآن پاک کی برکت سے انسانی قلوب میں جلا پیدا ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے، کہ کل جب قیامت کا ماحول ہوگا، حشر کا میدان ہوگا، نفسی نفسی کا عالم ہوگا، تو روزے داروں کے لیے روزے اور قرآن کا سہارا ہوگا، یہ دونوں مومن بندے کے حق میں اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں گے۔

روزہ کہے گا "أي رَبِّ إنِّي مَنَعْتُه الطَّعَامَ وَالشَّهَواتِ بِالنَّهارِ" اے آقا! میں نے تیرے اس بندے کو، دن میں کھانے پینے اور دوسری خواہشوں سے روک رکھا تھا "فَشَفِّعْنِي فِيهِ" اے مولا! اس پر کرم فرمایے، میں اس کی سفارش کرتا ہوں، آپ اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالیجیے۔

اسی طرح قرآن پاک بھی سفارشی بنے گا، اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرے گا۔

"مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ" اے اللہ میں نے اس بندے کو رات میں سونے نہیں دیا تھا، میری تلاوت میں مشغول ہو کر، اس نے اپنا آرام وسکون بھلا دیا تھا، اے اللہ اس کے بارے میں میری سفارش قبول

فرمالیجیے۔

اللہ کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام آگے فرماتے ہیں "فَيُشَفَّعَانِ" اللہ تعالیٰ اِن دونوں کی سفارش قبول فرمالیں گے۔

مسلمانو! ذرا غور تو کرو، کتنا عظیم ہے رمضان، کتنی برکت اور رحمت کو سمیٹے ہوئے آتا ہے۔

بشارت مغفرت کی لے کے ہر اک سال آتا ہے
بہاروں کو بھی رمضان المبارک ساتھ لاتا ہے

رمضان کی دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے، اِس مہینے میں ایک ایسی رات پوشیدہ کر رکھی ہے، ثواب اور انعام سے لبریز ایک ایسی "شب" ودیعت فرمائی ہے، جس کی عبادت ہزار راتوں کی عبادتوں سے بڑھ کر ہے، جس کی ریاضت ہزار، راتوں کی تہجد گذاری اور شب زندہ داری سے بڑھی ہوئی ہے۔

مسلمان اُس رات کو "لیلۃ القدر" اور "شب قدر" کے نام سے جانتے ہیں، شب قدر کی فضیلت و برتری کو قرآن کریم اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے، إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ اے لوگو! شب قدر اتنی عظیم اور بابرکت ہے کہ ہم نے اس رات میں قرآن جیسا مقدس کلام نازل کیا "وَمَا أَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ" اے لوگو! تم شب قدر کی اہمیت نہیں جانتے، تم شب قدر کی قدر ومنزلت سے نا آشنا ہو، تمہیں کیا پتہ؟ کہ یہ رات کتنی عظیم ہے؟ ہمارے وہاں اِس کی کیا حیثیت اور وقعت ہے؟

آؤ...... ہم بتاتے ہیں "لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ" شب

قدر تو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

یعنی......

جتنا ثواب ایک ہزار مہینے کی عبادت پر ملے گا۔

جتنا ثواب ایک ہزار مہینے میں راتوں کی ریاضت پر ملے گا۔

جتنا ثواب ایک ہزار مہینے کے دنوں کی اطاعت پر ملے گا۔

جتنا ثواب ایک ہزار مہینے کی تہجد گذاری پر ملے گا۔

جتنا ثواب ایک ہزار مہینے کی شب زندہ داری پر ملے گا۔

جتنا ثواب ایک ہزار مہینے کے ذکر واذکار پر ملے گا۔

تسبیح وتحمید پر ملے گا۔

اللہ کی یاد میں رونے اور آنسو بہانے سے ملے گا۔

وہ سب، تنہا اس رات میں پوشیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی فیاضی وکرم گستری کا اندازہ لگایئے، کہ یہ تمام ثواب شب قدر کو اللہ کے ذکر سے آباد کرنے پر حاصل ہو جائے گا، تنہا شب قدر کی عبادت پر مل جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی، امت کو ''شب قدر'' کی قدر کرنے کی خاص تاکید فرمائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس رات کو عبادت وریاضت سے زندہ رکھنے کی خاص ہدایت فرمائی ہے، شب قدر کی اہمیت اور اس کی بلند حیثیت کو بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ'' جس شخص نے ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ شب قدر میں عبادت کی، تو

اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

خدا کا فضل تو دیکھے کوئی، ان روزے داروں پر
کہ ان کو دے دیا، اللہ نے بخشش کا پروانہ

سامعین کرام!

سوچیے اور تصور کیجیے، ہے کوئی دنیا میں؟ جو اتنی بڑی ضمانت دے؟

ہے کوئی؟ جو اتنی صاف اور واضح گارنٹی دے؟

کون ہے؟ جو اتنی خوش کن بشارت سے نوازے گا؟

کوئی نہیں دے سکتا؛ اس لیے کہ دنیا میں کوئی ایسی طاقت ہی نہیں ہے، کسی کے پاس اتنا پختہ عزم ویقین ہی نہیں ہے۔

یہ تو وہ ذات کہہ رہی ہے، وہ زبان بتا رہی ہے، جس کے متعلق قرآن کی شہادت یہ ہے ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى'' اللہ کے نبی اپنی طرف سے نہیں کچھ کہتے، جو کچھ آپ بتاتے ہیں، وہ وحی الٰہی ہوا کرتی ہے۔

مسلمانو! ذرا غور تو کرو، کہ جب دنیاوی ''بینک'' ہمیں ایک روپیہ جمع کرنے پر کچھ دنوں بعد دو روپے دینے کا وعدہ کرتا ہے اور ہم پورے یقین سے اُس کی بات مان لیتے ہیں، بغیر کسی تامل کے اس پر اعتماد کر لیتے ہیں، تو اے لوگو! ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچو، عقل وخرد کو ہوش میں لاؤ، احساسات وجذبات کو آواز دو اور غور کرو کہ:

وہ خدا جو ساری کائنات کا مالک ہے۔

وہ بادشاہ، جس کے خزانے میں کبھی کمی نہیں آسکتی۔

وہ اللہ، جس کا بینک پوری دنیا کے بینک سے زیادہ وسیع ہے۔

وہ آقا، جو ایک نیکی کا ثواب سات سو گنا بڑھا کر دیتا ہے۔

وہ مالک، جس کے یہاں حق تلفی کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔

وہ کریم، جس کی ذرہ نوازی اور کرم گستری کا کوئی مقابل نہیں ہے۔

اور وہ یہ اعلان کر رہا ہے کہ "**ليلة القدر خير من ألف شهر**" شب قدر کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

بتایئے!

آخر کون سی چیز، ہمیں "شب قدر" کی قدر کرنے سے روک رہی ہے؟

کیا اسباب وعوامل ہیں، جو شب قدر کی تلاش میں مانع ہیں؟

کون سی مصروفیات، ہمیں "شب قدر" کو حاصل نہیں کرنے دے رہی ہیں؟

کیا مشغولیات ہیں؟ جن میں پھنس کر ہم شب قدر جیسی نعمت سے محروم ہو رہے ہیں۔

یاد رکھیے......!

اس رات کو لہو ولعب میں گنوا دینا۔

سیر وتفریح کی نذر کر دینا۔

دنیاوی مصروفیات میں الجھ کر، اس سے صرف نظر کر لینا۔

شب قدر میں، اپنے گناہوں سے توبہ نہ کرنا۔

اس رات میں، اپنی خطاؤں پر ندامت کے آنسو نہ بہانا۔

اس عظیم رات میں بھی، خدا کے دربار میں نہ آنا۔

انتہائی محرومی اور ناکامی ہے۔

بڑی ذلت اور رسوائی ہے۔

یہ ہماری بدبختی اور حرماں نصیبی ہے۔

اللہ کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ فرمان، ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے، آپ فرماتے ہیں "مَنْ حُرِمَهَا ، فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ" جو شخص شب قدر سے محروم ہو گیا، وہ تمام اچھائی اور بھلائی سے ہاتھ دھو بیٹھا، اور "وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا كُلُّ مَحْرُوْمٍ" (أو كما قال عليه الصلاة والسلام) یعنی شب قدر کی خیر وبرکت سے وہی شخص محروم ہوتا ہے، جس کی قسمت پر محرومی اور حرماں نصیبی کی مہر لگا دی گئی ہو۔

جو غافل ہیں وہ اس شب میں بھی غفلت ہی میں رہتے ہیں

قدر کرتے ہیں وہ، جن کو خدا کا خوف ہوتا ہے

یہی وجہ ہے، کہ مسلمانوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے، کہ وہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں بالخصوص طاق راتوں میں، شب قدر کو تلاش کریں، خود بھی عبادت کریں، اور اپنے اہل وعیال کو بھی، اس عشرے میں ذکر وعبادت میں لگائیں؛ کیوں کہ یہی اللہ کے رسول کا طریقہ ہے، یہی آپ کا معمول تھا اور یہی آپ کی سنت ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "**كان** رَسُول الله صلى الله عليه وسلم إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحيى اللَّيلَ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ وجَدَّ وَشَدَّ الْمِيْزَرَ"

آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ رمضان کا آخری عشرہ آتے ہی، شب زندہ داری میں لگ جاتے تھے، اپنے گھر والوں کو بھی عبادت کے لیے بیدار رکھتے

تھے، خود بھی مجاہدہ کرتے تھے اور پورے طور پر کمر بستہ رہتے تھے۔

ایک دوسری روایت میں ہے "كانَ رسول الله صلى الله عليه وسلم يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَالَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں، عبادت وغیرہ کے لیے، وہ مجاہدہ اور مشقت اٹھایا کرتے تھے، کہ اس عشرے کے علاوہ اوردنوں میں یہ معمول نہ ہوتا تھا۔

مسلمانو! ہماری خوش بختی ہے، کہ ہمیں رمضان کا مقدس مہینہ ملا ہے۔
رحمت ومغفرت کا یہ دریا نصیب ہوا، اللہ سے دعا کریں، کہ اللہ پاک اخلاص کے ساتھ ہمیں روزہ رکھنے کی توفیق دیں، نمازوں کی پابندی کی توفیق دیں، تراویح اور قرآن کی تلاوت کا اہتمام ہو۔

اور ساتھ ساتھ یہ دعا بھی کریں، کہ......

اے اللہ جس کرم سے آپ نے ہمیں رمضان عطا کیا۔

خیر وبرکت کا یہ مہینہ دیا۔

اے آقا! ایک کرم اور فرما دیجیے اور ہم سب کو اعتکاف کرنے کی توفیق دے دیجیے؛ تا کہ ہم شب قدر کو حاصل کر کے اپنی آخرت بنالیں۔

اپنا مقدر سنوار لیں

اپنی سوئی ہوئی قسمت کو جگالیں

اور دنیا اور آخرت، دونوں جگہ سرخ روئی ہمیں نصیب ہو

الٰہی ہم کو بھی رمضان کا گر فیض مل جائے
تو ممکن ہے، ہماری زندگی اب سے بدل جائے

عید الفطر

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ مسلمانوں کو
عظیم الشان ''انعام'' جو بیک وقت اخوت و بھائی چارگی کا انوکھا سنگم ہے،
اتحاد وہم آہنگی کا بے مثال پیام ہے، اور یگانگت اور یکسانیت کا حسین پیغام ہے،
عبادت وریاضت اور شکرِ خداوندی اس تحفے کا نمایاں وصف ہے۔

بشر کا فرض ہے ہر حال میں شکرِ خدا کرنا
خوشی ہو یا غمی، اچھا نہیں شکوہ گلہ کرنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم، أما بعد!
فقد قال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم "لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدٌ وَھٰذَا عِیْدُنَا"
او کما قال علیہ الصلاۃ والسلام ۔

تڑپا رہی تھی دل کو گھڑی انتظار کی
دکھلانے عید آئی ہے صورت بہار کی

محترم حضرات اور سامعین کرام!

اللہ پاک کا بے بہا احسان ہے، اس کا فضل وکرم ہے، کہ اس نے ہمیں اور آپ کو، عید الفطر کے اس مبارک دن کی مناسبت سے یہاں جمع فرمایا۔ اور کچھ کہنے اور سننے کی توفیق عطا فرمائی۔

ابھی میں نے آپ کے سامنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بابرکت حدیث تلاوت کی ہے، دعا کیجیے کہ اللہ پاک اس حدیث کی روشنی میں مجھے صحیح اور سچی باتیں کہنے، اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوستو!

عید کیا ہے؟

عید کی حقیقت کیا ہے؟

عید کا پس منظر کیا ہے؟

یہ دن مسلمانوں کو کیوں دیا گیا؟

آیئے! میں ایک عام فہم مثال سے آپ کو اس کی تفصیل سمجھاؤں، اس دنیا میں ہم اور آپ رہتے ہیں، زندگی گذارتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں، کہ کوئی بڑا جب کسی چھوٹے کو، کوئی حکم دیتا ہے اور وہ بجالاتا ہے۔

بادشاہ وزیر کو کسی چیز کا آرڈر دیتا ہے اور وہ اسے پورا کرتا ہے۔

استاد شاگرد کو، کوئی ہدایت دیتا ہے اور وہ اس پر عمل کرتا ہے۔،

تو فطری طور پر، استاد شاگرد سے خوش ہوتا ہے۔

بادشاہ کو وزیر سے محبت ہوتی ہے۔

اور محکوم کے تئیں حاکم کے دل میں نرم گوشہ پیدا ہوتا ہے۔

کام کرنے والے کو شاباشی ملتی ہے۔

شاگرد کو دعائیں دی جاتی ہیں۔

بادشاہ وزیر کو انعام واکرام سے نوازتا ہے۔

اسے قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

اور اس کے اختیارات کو مزید وسیع کردیتا ہے۔

بعینہ یہی صورت حال عید کی ہے، کہ اللہ نے ہمیں رمضان کے روزوں کا حکم دیا، اور ہم نے روزہ رکھا۔

اللہ پاک نے تراویح کا حکم دیا، ہم نے اسے بھی ادا کیا۔

اللہ نے کھانے پینے سے منع کیا، ہم نے اس پر بھی عمل کیا۔

اللہ نے روزے کی حالت میں بیوی کے پاس جانے سے منع کیا، ہم اس سے بھی باز رہے۔

دربارِ خداوندی سے خواہشات نفسانی کے چھوڑنے کا حکم ہوا، ہم نے

اسے بھی ترک کر دیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں سراپا اطاعت پایا، اپنے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے والا پایا، تو ہماری دل جوئی کے لیے۔

ہماری ہمت افزائی کے لیے۔

مسلمانوں کو شاباشی دینے کے لیے۔

''عید'' کا دن مقرر فرمایا۔

اور یہ یقین دلایا کہ اے مسلمانو! جب دنیا میں کسی کام پر تمہیں انعام ملتا ہے۔

انسان انسانوں کی بات مانتا ہے اور وہ نوازا جاتا ہے۔

طالب علم استاذ کی اطاعت کرتا ہے اور وہ دعائیں پاتا ہے۔

وزیر اپنے آقا کی فرماں برداری کرتا ہے اور اسے قرب حاصل ہوتا ہے۔

غلام اپنے مالک کی خدمت کرتا ہے اور اسے تنخواہ دی جاتی ہے۔

تو اے میرے بندو! میرے حکم پر پورے دن بھوک پیاس کی شدت برداشت کرنے والو، میرے ایک اشارے پر نفسانی خواہشات کو ترک کرنے والو، میں تو احکم الحاکمین ہوں۔

میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔

میں داتاؤں کا داتا ہوں۔

میں آقاؤں کا آقا، اور حاکموں کا حاکم ہوں۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ میں تمہاری محنتوں کو ضائع کر دوں۔

تمہاری عبادتوں پر تمہیں ثواب نہ دوں۔

تہجد گزاری اور شب زندہ داری کا تمہیں صلہ نہ دیا جائے۔

روزوں کا تمہیں انعام نہ دیا جائے۔

تلاوت قرآن پر تمہاری ہمت افزائی نہ کی جائے۔

اور خواہشات نفسانی کے ترک پر تمہیں داد و دہش سے نوازا نہ جائے۔

تمہیں محروم کرنا میری خدائی کے شایانِ شان نہیں۔

تمہیں تمہارے کیے کا صلہ نہ دینا، میری دریائے رحمت کے خلاف ہے

اے میرے بندو! تمہاری ہمت افزائی نہ کرنا، میرے جود و کرم گستری کے منافی ہے۔

تمہارے کاموں کا بدلہ تمہیں دیا جائے گا، روزوں اور تراویح کا ثواب تمہیں ضرور ملے گا۔

اللہ فرماتے ہیں: اے مسلمانو! خوش ہو جاؤ، میں نے تمہیں ایسا انعام دیا ہے، جو تمہاری توقع سے بڑھ کر ہے۔

ایسی چیز سے نوازا ہے، جو تمہاری امیدوں سے اعلیٰ ہے۔

تمہیں ایسا اجر عطا کیا ہے، جو ہر مسلمان کی دلی تمنا اور اولین خواہش ہوتی ہے۔

اعلان ہوتا ہے، جاؤ اے میرے بندو! میں نے تم سب کی مغفرت فرما دی، تمام مسلم روزے داروں کو میں نے بخشش کا پروانہ عطا کر دیا، تم نے اطاعت و بندگی سے ہمارا دل جیت لیا، ہم نے اپنے انعام و اکرام سے تمہیں خوش کر دیا۔

کوئی قابل ہو، تو ہم شان کئی دیتے ہیں

ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

طبرانی کی روایت ہے: ''حضرت سعد بن اوس رضی اللہ عنہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ عید کی صبح فرشتے گلی، کوچوں اور راستوں کے کناروں پر کھڑے ہوکر یہ آواز لگاتے ہیں، اے مسلمانو! اس اللہ کے دربار میں چلو، جو نیک کام کی توفیق دیتا ہے، اور پھر اس پر بڑی مقدار میں اجر عطا کرتا ہے، تمہیں رمضان کی راتوں میں عبادت کرنے کا حکم ملا، تم نے اسے پورا کیا، دن میں روزہ رکھنے کے لیے کہا گیا تم نے اس پر بھی عمل کیا، جاؤ اب اپنے انعامات بھی وصول کرلو!!

نماز کے بعد ایک منادی اعلان کرتا ہے اور مسلمانوں کو متوجہ کر کے کہتا ہے، اے مسلمانو! سنو! تمہارے پروردگار نے تمہاری مغفرت فرمادی، اب بالکل پاک صاف ہوکر اپنے گھروں کو جاؤ، آج انعام کا دن ہے اور آسمانوں پر بھی عید کو اِسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے، کہ عید کی صبح جب مسلمان نماز ادا کرنے کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ہم کلام ہوکر پوچھتے ہیں، کہ اے فرشتو! بتاؤ اس مزدور کا کیا بدلہ ہونا چاہیے، جس نے اپنا کام مکمل کرلیا ہو، فرشتے عرض کرتے ہیں، اے بار الٰہ! اے کائنات کو بنانے والے، اس مزدور کا بدلہ یہ ہے کہ اسے پوری پوری اجرت دی جائے، پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو گواہ بناتے ہیں، اور فرماتے ہیں، کہ اے میرے بندو! تم گواہ رہنا میں نے مسلمانوں کے روزوں کا ثواب اپنی مغفرت سے دے دیا، ان کی عبادتوں کے بدلے، میں نے اُنھیں اپنی مغفرت کا پروانہ عطا کردیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نمازِ عید ادا کرنے والے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں، اے میرے بندو! جو کچھ مانگنا چاہتے ہو مانگ لو۔ جو بھی دل میں آئے طلب کرلو۔

میری عزت وجلال کی قسم! اپنی آخرت سنوارنے کے لیے اس مجمع میں تم جو کچھ بھی مانگو گے میں اسے پورا کروں گا۔

اپنی دنیا کے فلاح و بہبود کے حوالے سے جو بھی سوال کروگے، میں اس میں تمہاری مصلحت ملحوظ رکھوں گا۔

اللہ فرماتے ہیں میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا خیال رکھو گے، میں تمہاری لغزشوں پر پردہ پوشی کرتا رہوں گا۔

میرے جلال کی قسم! میں قیامت کے دن دشمنوں کے سامنے تمہیں رُسوا نہیں ہونے دوں گا۔

اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو جاؤ، تم نے مجھے خوش کردیا اور میں تم سے خوش ہوگیا۔

حضرات محترم!

سوچیے اور تصور کیجیے، کتنا بڑا فرق ہے، اس انعام میں جو دنیا والے ایک دوسرے کو دیتے ہیں اور اس انعام میں جو اللہ تعالیٰ اپنے روزہ دار بندوں کو عطا فرماتا ہے:

ہے دنیا میں ایسا کوئی انعام جو مغفرت کے ہم پلہ ہو؟
ہے کوئی ایسا تحفہ جو بخشش خداوندی کے مساوی ہو؟

یوں نام تو دونوں کا ہے انعام ہی لیکن

اللہ کا انعام اور ہے بندوں کا انعام اور

حضرات گرامی قدر!

خطبے میں جو حدیث پاک میں نے تلاوت کی تھی اللہ کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں، "لکل قوم عید وھذا عیدنا" ہر قوم کے لیے خوشی کا ایک دن مقرر ہے، ہر امت اور جماعت میں فرحت ومسرت کے اظہار کی ایک خاص تاریخ ہوتی ہے، ہر گروہ اور ہر فرقے کے لیے مسرت وشادمانی میں مست ہوکر ایک دوسرے سے ملنے ملانے کا ایک مخصوص وقت ہوتا ہے۔

اور آج ہماری خوشی کا وقت ہے۔

آج ہماری عید ہے۔

آج مسلمانوں کے خوشی کا دن ہے۔

آج روزہ داروں کے کیف وسرور کا وقت ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار ساتھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، تو آپ نے دیکھا کہ اہل مدینہ نے اپنے لیے دو دن خاص کر رکھا ہے، ان دنوں میں وہ خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں، سیر وتفریح کے لیے نکلتے ہیں، کھیل اور تماشہ کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا: ما ھذان الیومان! اے لوگو! یہ دو دن کیسے ہیں؟ ان کی کیا حقیقت ہے؟ اہل مدینہ نے جواب دیا: "كُنَّا نَلْعَبُ فِيهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ" یہ کوئی نئے دن نہیں ہیں، جو کچھ ان دنوں میں ہم کرتے ہیں وہ کوئی نئی رسم نہیں ہے، ہم لوگ تو زمانہ جاہلیت سے اِن دو دنوں میں

کھیلتے، کودتے اور مستی کرتے چلے آرہے ہیں، آپ نے اُن سے فرمایا "قَدْ أَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهَا يَوْمَ الْأَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ" اللہ نے ان دو دنوں کے بدلے اِن سے بہتر دو دن تمہیں عنایت فرمائے ہیں، ایک عید الاضحیٰ، اور دوسرے عید الفطر۔

بس یہیں سے مسلمانوں کے عید کی ابتداء ہوتی ہے۔

اسی دن سے مسلمانوں کے لیے خوشی اور شادمانی کے دو دن مقرر ہوتے ہیں۔

یہیں سے دو نئے اسلامی تہوار کا آغاز ہوتا ہے۔

اور اسی وقت سے مسلمانوں کے لیے فرحت ومسرت کے اظہار اور انبساط وسرور کے اعلان کی نئی تاریخ بنتی ہے۔

لیکن یاد رکھئے! مسلمانوں کی عید اور ہے

غیروں کی عید اور

مسلمانوں کی عید میں

عبدیّت کا اظہار ہے

غیروں کی عید میں معصیت کی بھرمار ہے

مسلمانوں کی عید سراپا اطاعت شعاری کا نام ہے

اور غیروں کی عید عصیاں ونافرمانی کا نام ہے

مسلمانوں کی عید میں عبادت وریاضت ہوتی ہے

اور دوسروں کی عید میں بکواس وخرافات ہوتی ہے

مسلمانوں کی عید تسبیح وتحمید اور اللہ کی تقدیس سے لبریز ہوتی ہے

جب کہ غیروں کی عید لہو ولعب، شراب اور جوؤں سے بھری ہوتی ہے

مسلمانوں کی عید اخوت و بھائی چارگی کا پیغام دیتی ہے

مسلمانوں کی عید مودت ومحبت کا پیغام لاتی ہے

مسلمانوں کی عید الفت وہم دردی اور انسانی رواداری کا آئینہ دار ہوتی ہے۔

مسلمانوں کی عید میں اپنے سے زیادہ غیروں کا خیال کیا جاتا ہے

فقراء اور محتاجوں کی رعایت کی جاتی ہے

غریبوں اور ناداروں کی مزاج پُرسی کی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے اس پُر مسرت موقع پر غریبوں اور مفلسوں کا خاص خیال رکھا ہے، انھیں اپنی خوشی میں شامل فرمایا ہے اور امت کو یہ ہدایت دی ہے کہ وہ عیدگاہ جانے سے پہلے پہلے صدقۂ فطر ادا کر کے غریبوں کے لیے عید کا انتظام کر کے جائیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ جانے سے پہلے ہمیں صدقۂ فطر نکالنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

اللہ اللہ! کتنے خوش نصیب ہیں وہ غریب جو حضور پاک ﷺ کی یادوں میں شامل تھے

کتنے خوش بخت ہیں وہ مفلس جن کے لیے اللہ کے نبی نے عید کا انتظام فرمایا، اور اس موقع پر اُن کا خیال رکھنے کی خاص تاکید فرمائی۔

اسی عید کے موقع پر ایک سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ تشریف لے جا رہے تھے، مدینے کی کسی گلی سے آپ کا گذر ہوا، آپ نے دیکھا کہ

بہت سے لڑکے ایک جگہ جمع ہو کر خوشیاں منا رہے ہیں، ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد دے رہے ہیں، آپس میں گلے مل رہے ہیں، باہم بغل گیر ہو رہے ہیں، اُن کے چہروں سے فرحت ومسرت کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں، اور وہ خوشی اور سرمستی میں ڈوبے ہوئے ہیں، اچانک آپ کی نگاہِ مبارک وہاں سے ہٹی اور ایک ایسی جگہ جا کر ٹھہر گئی کہ آپ نے دیکھا ایک لڑکا بالکل علاحدہ کھڑا ہوا ہے، اس کے چہرے پر رنج وغم کے آثار نمایاں ہیں، اس کی خاموشی اس کے دردوالم کا پتہ دے رہی تھی، بچوں کی خوشیوں میں شریک نہ ہونا، اور اس کی کنارہ کشی، اس کی افسردگی اور بدحالی کا اعلان کر رہی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے، اور اس سے پوچھا! بیٹے تمہیں کیا ہوا؟ کیوں اتنے غمگین لگ رہے ہو؟ کیا پریشانی ہے تمہیں؟ کیا تم نہیں جانتے کہ آج عید کا دن ہے، خوشی اور شادمانی کا دن ہے، دیکھو تو، سارے لڑکے کھیل کود رہے ہیں، خوشیاں منا رہے ہیں، اور تم ہو کہ سب سے الگ کھڑے ہوئے ہو! آخر بتاؤ تو تمہیں کیا ہوا؟

اس لڑکے نے جواب دیا: بتاؤں میں آپ کو، میری زندگی کے متعلق کچھ جاننا چاہتے ہیں آپ، میری پراگندگی اور بدحالی کی وجہ معلوم کرنا چاہ رہے ہیں، آپ۔

سنیے!

میرے والد ایک غزوے میں شہید ہو گئے۔

میری ماں نے دوسری شادی کر لی اور ظالم باپ کے ساتھ مل کر مجھے گھر سے نکال دیا، اب نہ میرا کوئی باپ ہے، نہ ماں، اس وقت نہ کوئی میرا عزیز

ہے اور نہ ہی کوئی رشتے دار۔

بتائیے!

میں کس کے ساتھ عید مناؤں؟

کون ہے جسے میں اپنی خوشیاں دکھاؤں؟

کون مجھے اپنی خوشی میں شریک کرے گا؟

خزاں میں، مجھ کو رلاتی ہے، یادِ فصل بہار
خوشی ہو عید کی، کیوں کر، کہ سوگ وار ہوں میں

اس لڑکے کی بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آب دیدہ ہو گئے۔

آپ نے فرمایا: اے بیٹے! کیا تجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تیرے باپ کی جگہ محمد تیرا باپ ہو جائے، تیری ماں کے بدلے عائشہ تیری ماں ہو جائے، فاطمہ تمہاری بہن ہو اور حسن حسین تمہارے بھائی ہوں۔

اتنا سنتے ہی اس بچے کا چہرہ فرطِ مسرت سے کھل اٹھا، اس کی حسرت و نا امیدی کافور ہو گئی اور کہنے لگا ایسے ماں باپ اور بھائی بہن پر مجھے فخر اور ناز ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بچے کو اپنے ساتھ گھر لے گئے، اور حضرت عائشہ سے فرمایا: اے عائشہ! اس بچے کو نہلا دُھلا کر اسے کپڑے پہناؤ، اور اپنی خوشیوں میں اسے شریک کرو۔

سامعین کرام!

سوچیے اور تصور کیجیے، کتنے پاکیزہ اخلاق کا مظاہرہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، کتنی فکر تھی آپ کو اپنی امت کے غریبوں کی، کتنا درد تھا آپ کے دل میں امت کے محتاجوں اور ناداروں کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس

عمل سے پوری امت کو یہ تعلیم دی ہے، کہ

اے لوگو! ہر حال میں غریبوں کا خیال رکھنا

یتیموں اور ناداروں پر رحم کرنا

فقراء اور مساکین کے دُکھ درد میں شریک ہونا

اور انھیں اپنی تمام خوشیوں میں شامل کرنا: اس لیے کہ

ہم درد بن کے درد نہ بانٹا تو کیا جیے
کچھ درد دل بھی چاہیے انسان کے لیے
مرنا بھلا ہے اس کا جو اپنے لیے جیے
جیتا ہے وہ جو مرچکا ہو غیر کے لیے

اے مسلمانو!

ہم بھی اللہ کے رسول کی امت میں ہیں، آقا سے محبت کے دعوے دار ہیں، عید گاہ آتے وقت ضرور غریبوں پر ہماری نظر پڑی ہوگی، یتیموں اور بیواؤں کا سامنا ہوا ہوگا، نادار اور مفلس بچے ہمارے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوں گے، یاد رکھیے! ہمارا یہ فریضہ ہے کہ ہم آقا کی سنتوں کو زندہ رکھیں، آپ کے اس مشن کو فروغ دیں، اور یہ یقین رکھیں کہ کل قیامت کے دن اللہ کے رسولؐ سے سامنا ہوگا، آپ پوچھیں گے۔

اے مسلمانو بتاؤ!

کیا میری اس سنت پر عمل کیا تھا؟

کیا عید کے دن غریبوں کے سر پہ شفقت کا ہاتھ پھیرا تھا؟

دوستو! اگر آج ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل نہ کیا، آپ

کی سنت کو باقی نہ رکھا، تو کل آپ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ کیا جواب دیں گے ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو؟

اس لیے ہمیں اس کی فکر کرنی ہوگی
غریبوں کا خیال رکھنا ہوگا
یتیموں اور بیواؤں کی مزاج پرسی کرنی ہوگی
امت کے مفلسوں اور محتاجوں کو اپنی خوشیوں میں شامل کرنا ہوگا
یہی اللہ کے رسول کی تعلیم ہے
یہی آپ کی ہدایت ہے
اور یہی آپ کا معمول رہا ہے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ زندگی کو اپنائے بغیر کوئی بھی شخص کام یاب نہیں ہوسکتا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں نہ

مپندار سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ

"اے سعدی یہ نہ سمجھنا کہ اللہ کے نبی کی اتباع کے بغیر سیدھے راستے کو اختیار کرلو گے، آپ کے نقش قدم پر چلے بغیر فوز وفلاح حاصل کرلو گے"

اللہ پاک ہم سب کو سنتوں پر عمل کرنے والا بنائے، اللہ کے حبیب کے طریقے کو اپنانے والا بنائے، اور زندگی کے ہر شعبے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر چلنے والا بنائے، آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عید الاضحیٰ

حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی عظیم الشان قربانی کا نتیجہ،
اطاعت شعار باپ اور بیٹے کے جاں گسل امتحان کا
کام یاب رزلٹ، جو قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے
اطاعت وبندگی کا سبق آموز واقعہ،
فدا کاری اور جاں نثاری کا حسین نمونہ اور وفا شعاری کے حوالے سے
ایک لازوال اور فکر انگیز داستان ہے۔

آج بھی ہو جو ابراہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے، اندازِ گلستاں پیدا



الحمد للہ رب العالمین ، والصلاۃ والسّلام علی سید المرسلین ،
وعلی اله وصحبه أجمعين أما بعد! فقد قال الله تعالٰى في كلامه الكريم
أعوذ بالله من الشيطان الرجيم ○ بسم الله الرحمٰن الرحيم ○
﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ، لَا
شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ○﴾
وقال النبي صلى الله عليه وسلم "من وجد سعة فلم يُضَحِّ فلا
يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانا" أو كما قال عليه الصلاة والسلام:

محترم حضرات اور سامعین کرام!

اللہ کا فضل ہے، اس کا احسان اور کرم ہے، کہ اس نے عید الاضحیٰ کے اس مقدس اور تاریخی دن کی مناسبت سے ہمیں اور آپ کو یہاں جمع فرمایا اور کچھ کہنے اور سننے کی توفیق عطا فرمائی، ابھی میں نے قرآن کریم کی ایک آیت کا تھوڑا سا حصہ اور رسول پاک ﷺ کی ایک مبارک حدیث پڑھی ہے، دعا کیجیے کہ اللہ پاک مجھے دونوں کی روشنی میں صحیح اور سچی باتیں کہنے اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرات محترم!

یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں اطاعت و بندگی کے لیے پیدا فرمایا ہے، عبادت اہل اسلام کا تشخص ہے، ریاضت

مسلمانوں کا امتیاز ہے، مجاہدہ اور مشقت اللہ والوں کا نمایاں وصف ہے، ساتھ ہی ساتھ یہ ایک نا قابل انکار حقیقت بھی ہے، کہ جو شخص خدا ترس ہوتا ہے، اللہ کا مقرب اور محبوب ہوتا ہے، اس کی مشقتیں زیادہ ہوا کرتی ہیں، اس کا مجاہدہ اعلیٰ درجے کا ہوا کرتا ہے؛ چناں چہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر، خاتم النبیین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیاء کرام کی پوری تاریخ شاہد ہے، کہ اللہ کی راہ میں جتنی تکلیفیں حضرات انبیائے کرام نے اٹھائیں، کسی اور نے اس کی جھلک بھی نہیں دیکھی، جتنے جاں گسل امتحانات کی وادیاں اللہ کے محبوب رسولوں نے طے کر کے کامیابی حاصل کی، دوسرے انسانوں کے لیے وہ سوچنا بھی جرم ہے، حضرات انبیاء کرام کا ہر ہر عمل عبادت تھا، ان کی ہر ادا ریاضت سے متصف تھی اور وہ حضرات قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کے حقیقی مصداق تھے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ○" انسان اور جنات کو تو صرف عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کہلوایا گیا ہے "قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○" اے نبی! آپ کہہ دیجیے، دنیا کو بتا دیجیے، کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور موت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

دوستو! یہ عید الاضحیٰ جسے ہم اور آپ بقرہ عید کے نام سے جانتے ہیں، اُن ہی انبیائے کرام میں سے دو جلیل القدر پیغمبروں کے امتحان کا نتیجہ ہے، یہ مبارک دن حضرت ابراہیم اور اُن کے سراپا اطاعت گذار بیٹے حضرت اسماعیل علیہما السلام کی قربانیوں کا ثمرہ ہے، اللہ پاک کو اُن حضرات کی

اطاعت وخم نیازی، امتحان خداوندی کی تیاری اور اُس کی شان دار کام یابی سے اتنی خوشی ہوئی، کہ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کے لیے اِس سنت ابراہیمی کو زندہ اور باقی رکھنے کا حکم دے دیا گیا۔

سامعین گرامی قدر!

خدائے پاک کی قدرت کا کرشمہ تو دیکھیے، کہ ہم مسلمانوں کو خوشی اور مسرت کے اظہار کے لیے دو دن دیے گئے، اور دونوں ہی دو بڑی اور اہم عبادتوں کی تکمیل کے بعد عطا کیے گئے، مسلمانوں نے رمضان المبارک میں روزہ، نماز اور تلاوت قرآن جیسی بدنی عبادتوں کا اہتمام کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے انھیں عید الفطر کا انعام دیا، اور جب اللہ کے ان ہی بندوں نے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرکے، اپنے خون پسینے کی کمائی صرف کرنے کے بعد حج بیت اللہ جیسے اہم دینی فریضے کو ادا کیا، جان ومال سے ہم آہنگ اس عظیم عبادت کو مکمل کرلیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے صلے میں مسلمانوں کو عید الاضحیٰ کا تحفہ عطا کیا، اور یہ حکم دیا کہ جس طرح عید الفطر کے موقع پر صدقۃ الفطر سے اپنی خوشی اور شادمانی کا آغاز کرتے ہو، عید الاضحیٰ کے موقع پر حکم خداوندی یہ ہے کہ دنیا کے سارے مسلمان اپنی مسرت وخوشی کا اعلان قربانی کرکے شروع کریں۔

حضرات محترم!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی، امتحان اور آزمائش سے بھری ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بت ساز، بت گر اور بت پرست باپ کے گھر پیدا کیا، چاند اور سورج کے پرستار معاشرے میں آپ پلے

بڑھے اور کواکب پرست قوم میں نشوونما پائی، بچپن ہی سے خدا نے اپنے اس جلیل القدر نبی کو امتحانات کی دنیا میں لگا دیا اور حکم دیا، کہ اے ابراہیم! پہلے تو اپنے گھر میں میری خدائی کا اعلان کرو اور پھر نمرود کے دربار میں جاکر میری وحدانیت وحقانیت کا پرچم لہراؤ۔

چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے تو اپنے والد ''آزر'' سے پتھروں کو پوجنے کی وجہ معلوم کی اور پوچھا، ''يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا'' اے ابو! آپ کیوں اِن بے جان پتھروں کی عبادت کرتے ہیں؟ کیا آپ نہیں جانتے؟ کہ یہ بہرے ہیں، سنتے نہیں، تم نے اِن کی آنکھیں تو بنادی ہیں، مگر یہ دیکھ نہیں سکتے، اور یہ اتنے کم زور اور بے بس ہیں کہ آپ کا اِن سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا؛ کیوں آپ ان کی پرستش میں لگے ہوئے ہیں؟ اتنا سنتے ہی آزر نے طیش میں آکر کہا: ''لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا'' اے ابراہیم! اگر تم نے اپنی عادت نہ بدلی، اپنی اس حرکت سے باز نہ آئے، اور یوں ہی سوالات کرتے رہے، تو میں تمھیں سنگ سار کردوں گا، اور اپنے گھر بار سے نکال دوں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ابوجان! اس میں کون سی بڑی بات ہے؟ اس میں کون سی بڑی بات ہے؟ میں تو اپنے مالکِ حقیقی کی تلاش میں، دنیا اور اس کی تمام چیزوں کو قربان کردوں گا، ارشاد فرمایا: ''سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا'' اے ابو خدا حافظ، میں آپ کے بھگانے سے پہلے ہی جا رہا ہوں، البتہ ایک بات بتائے دیے جا رہا ہوں، آپ میرے والد ہیں، ابھی تک میری ذمے داریاں نبھاتے آرہے ہیں؛ اس

لیے، میں اللہ سے آپ کے لیے مغفرت کی درخواست کروں گا، میرا پروردگار بڑا ہمدرد اور مہربان ہے۔

حاضرین کرام!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ پہلا امتحان تھا، اس کے بعد ایک ایک مرحلہ وہ بھی آیا، جب آپ کو خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی، ستاروں کی حقیقت سے آپ واقف ہوگئے، چاند وسورج کی طاقت آپ پر عیاں ہوگئی، اور آپ نے یہ یقین کرلیا، کہ یہ ستارے چاند اور سورج قیامت تک معبود نہیں ہوسکتے، جب یہ اپنی بقاء کے ذمے دار نہیں ہیں، انھیں اپنے آپ پر کنٹرول نہیں ہے، نکلنے اور ڈوبنے میں یہ دوسرے کے اشارے کے پابند ہیں، تو بھلا یہ کیسے خدا ہوسکتے ہیں؟

ان ہی احساسات وجذبات کے نتیجے میں، بتوں کو توڑنے کا مشہور واقعہ پیش آیا، میں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا، ورنہ اصل بات رہ جائے گی، مختصراً عرض یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے دربار میں خدا کی حقانیت اور اس کی وحدانیت کا جھنڈا بلند کرنے کے بعد مصر کی طرف ہجرت فرمائی اور تبلیغ دین کے لیے گھر بار سب چھوڑ دیا۔

دھیرے دھیرے وقت گذرتا رہا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر بھی بڑھتی رہی، یہاں تک کہ آپ ۸۰ سال سے بھی زیادہ عمر کے ہوگئے، اور اللہ کی قدرت میں غور تو کیجیے! کہ ابھی تک آپ کے یہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔

آپ کا کوئی وارث نہیں تھا۔

دکھ درد کا کوئی شریک نہیں تھا۔

اور بڑھاپے کا کوئی مضبوط سہارا نہیں تھا۔

چناں چہ آپ کو بھی اتنی بڑی عمر میں بڑھاپے کا احساس ہوا، کسی دنیاوی سہارے کی فکر دامن گیر ہوئی، اور دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اللہ پاک کوئی اولاد عطا فرمادیتے، تو بڑا احسان ہوتا۔

وہ میرے بڑھاپے کا سہارا بنتا۔

میرے مشن کی باگ ڈور سنبھالتا۔

اور میرے بعد دین کے چراغ کو روشن کیے رہتا۔

آپ نبی تو تھے ہی، ناامیدی خلافِ شان تھی، فوراً اللہ کے دربار میں ہاتھ اُٹھا کر عرض کیا: "رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ○" اے اللہ! آپ خوب جانتے ہیں ابھی تک میری جھولی خالی ہے، اولاد کی نعمت سے ہم محروم ہیں، اے آقا اس بڑھاپے میں اولاد کی کمی کا احساس ہو رہا ہے؛ لہٰذا ہمیں ایک ایسا فرزند عطا کیجیے جو نیک اور صالح ہو، صلاح اور تقویٰ کا خوگر ہو۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعا کو قبول فرمالیا اور قرآن کی زبان میں اعلان ہوا "فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ○" اللہ نے فرمایا اے ابراہیم! تم نے تو صالح اولاد مانگی تھی۔

نیک فرزند کی درخواست کی تھی۔

سنو! ہم اسے نیک بنانے کے ساتھ ساتھ حلیم اور بردبار بھی بنائیں گے، ہم جانتے ہیں، اسے تو ابھی امتحانات کی وادیاں طے کرنی ہیں، اس لیے مشقتوں اور پریشانیوں کو برداشت کرنے والا بھی بنائیں گے۔

سامعین کرام! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول تو ہوگئی، فرزند

ارجمند کی صورت میں حضرت اسماعیل کی ولادت بھی ہوگئی؛ لیکن امتحان کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔

آزمائشیں بند نہیں ہوئیں۔

بل کہ پچھلے امتحان سے زیادہ مشکل امتحان کا وقت آیا اور حکم خداوندی یہ ہوا کہ اے ابراہیم! اس بچے اور اس کی ماں کو ایک ایسی وادی میں چھوڑ آو، ایک ایسے جنگل میں چھوڑ دو، جہاں نہ دانہ ہو، نہ پانی، نہ انسان ہوں، نہ کوئی حیوان، وہ وادی ایسی ہو جہاں پانی کا بھی کوئی نظم نہ ہو، کھانے کا کوئی انتظام نہ ہو، گھاس تک بھی نہ اُگتی ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ بھی امتحان کا ایک پرچہ ہے، ایک پیپر ہے، اور مجھے اس میں بھی کامیابی حاصل کرنی ہے؛ چناں چہ بیوی بچے کو ساتھ لیا، ایک مشکیزہ میں پانی اور کچھ کھجوریں لے کر روانہ ہوگئے، چلتے چلتے جب اس مقام پر پہنچے، جسے قرآن نے ''وادی غیر ذی زرع'' کے نام سے یاد کیا ہے، تو وہاں حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو چھوڑا اور پھر اونٹ کی نکیل پکڑ کر جانے لگے، حضرت ہاجرہ نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی تو انھیں بڑا تعجب ہوا، عجیب سا منظر لگا اور کہنے لگیں: میاں کہاں جارہے ہو؟ ہمیں اس بے آب وگیاہ وادی میں کس کے سہارے چھوڑ کر جارہے ہیں آپ، یہاں ہم کیسے رہیں گے؟

کم از کم میرا نہیں تو اس معصوم بچے ہی کا خیال کرلیا ہوتا، جسے رو رو کر بڑھاپے میں خدا سے مانگا تھا، اِس فرزند پر کچھ رحم کرتے، جسے آپ نے بڑھاپے کا سرمایہ تصور کیا تھا۔

مسلمانو ذرا غور تو کرو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھی کچھ ارمان تھے اُن کے بھی کچھ احساسات وجذبات تھے۔

اکلوتے بیٹے کی محبت تھی۔

بیوی کے لیے دل میں نرم گوشہ تھا۔

اپنے بچوں کے ساتھ رہنے کی تمنا اور آرزو تھی۔

لیکن حکم خداوندی کے سامنے ان تمام چیزوں کو نظر انداز کردیا۔

اور فرمایا اے ہاجرہ، اے ہاجرہ! میں تمھیں اور اسماعیل کو اللہ کے حوالے کر کے جا رہا ہوں، یہی اللہ کا حکم ہے، ہمیں اس پر راضی رہنا ہوگا۔

سامعین کرام!

حضرت ہاجرہ بھی نبی کی بیوی تھیں، خدا رسیدہ بزرگ خاتون تھیں، اتنا سننا تھا کہ دامن خلیل کو چھوڑا اور رب جلیل کا واسطہ دے کر کہنے لگیں، میاں جائیے اور ہماری طرف سے مطمئن ہو کر جائیے، وہ خدا جس نے بچپن میں آپ کو ظالم قوم سے محفوظ رکھا۔

وہ اللہ جس نے نمرود کی دہکتی ہوئی آگ میں آپ کی حفاظت کی۔

آج آپ اسی کے حکم سے ہمیں یہاں چھوڑ کے جارہے ہیں، مجھے یقین ہے وہ اللہ یہاں ہماری بھی حفاظت فرمائے گا۔

دوستو! کتنی اونچی بات کہی حضرت ہاجرہ نے۔

سچ ہے کہ:

یہی مائیں تھیں جن کی گود میں اسلام پلتا تھا
ان ہی گودوں میں انساں نور کے سانچے میں ڈھلتا تھا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے آگے بڑھے، بیوی بچے نظروں سے اوجھل ہوگئے، تو اللہ کے دربار میں ہاتھ پھیلا کر آپ نے انتہائی دردانگیز دعا فرمائی اور عرض کیا: "رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ" اے آقا! اے کائنات کو بنانے والے، میں نے اپنی آل اولاد کو، تیرے محترم گھر کے قریب، وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ دیا ہے، اے اللہ آپ جانتے ہیں، میرا کوئی اور مقصد نہیں ہے، تیرے حکم کی اطاعت کے سوا کوئی چاہت نہیں ہے "رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ" اے آقا میں نے انھیں اس لیے وہاں چھوڑا ہے، تاکہ وہ نماز قائم کریں، تیرے دربار عالی میں سجدہ ریز ہوں۔ "فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ" اے اللہ وہ ماں بیٹے اکیلے ہیں، اس وادی میں اُن کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے؛ لہٰذا ایک کرم تو یہ فرما دیجیے، کہ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دیجیے "وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ○" اور اے اللہ دوسرا کرم یہ فرما دیجیے، کہ وہ زمین کاشت کے قابل نہیں ہے، زراعت کے لائق نہیں ہے، لہٰذا پھلوں کا رزق اُن کے لیے مہیا کرا دیجیے؛ تاکہ وہ آپ کی نعمت کے قدرداں اور شکر گذار ہو جائیں۔

سامعین کرام!

یہ ایک نبی کی دعا تھی اپنے معصوم بچے اور صابر و شاکر بیوی کے لیے، یہ اللہ کے ایک چہیتے پیغمبر کی درخواست تھی، جو مقبول ہوئی اور جس سے آج پورا عرب فیض اٹھا رہا ہے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت ہاجرہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لے کر

وہاں رہنے لگیں، جو کچھ کھجور پانی لے گئے تھے، ابھی تک وہی کھانے پینے میں استعمال ہوتا رہا؛ لیکن کچھ دنوں بعد جب سب کچھ ختم ہوگیا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیاس لگی، تو حضرت ہاجرہ بے قابو ہوگئیں، حضرت ہاجرہ کا دل، ماں کا دل تھا، بچے کی تڑپ اور شدت پیاس کو دیکھ کر بے چین ہوگئیں، اور پانی کے لیے نکلیں جب قریب کہیں پانی نظر نہیں آیا، تو صفا نامی پہاڑی پر چڑھ گئیں کہ شاید بلندی سے کہیں پانی کے آثار مل جائیں؛ مگر جب وہاں بھی مایوسی ہوئی اور بچے کا خیال آیا تو دوڑتی ہوئی بچے کے پاس چلی آئیں۔

لیکن حضرت اسماعیل کی پیاس میں اضافہ ہوتا گیا، اُن کی تڑپ بڑھتی گئی، حضرت ہاجرہ اس بار انھیں چھوڑ کر مروہ پہاڑی پر گئیں کہ ہوسکتا ہے، یہاں سے کہیں پانی نظر آجائے؛ لیکن یہاں بھی کچھ ہاتھ نہیں آیا، اور حضرت اسماعیل کا خیال آیا تو پھر واپس آگئیں اور اسی طرح سات مرتبہ حضرت ہاجرہ صفا اور مروہ پر چڑھیں، اتریں۔ ایک شاعر نے اسی کو یوں بیان کیا ہے ؎

صفا مروہ پہاڑی پر، تلاشِ آب میں دوڑیں
بلند و پست پر، فکرِ شئے نایاب میں دوڑیں
کبھی اِس سمت جاتی تھیں، کبھی اُس سمت جاتی تھیں
خیال آتا تھا بچے کا، تو فوراً لوٹ آتی تھیں

دوستو! یہی وہ سنت ہاجرہ ہے، جسے "سعی بین الصفا والمروۃ" کہا جاتا ہے، اللہ کو حضرت ہاجرہ کی تڑپ اور بے تابی اتنی پسند آئی، کہ قیامت تک حج کرنے والے مسلمانوں کے لیے یہاں کی سعی اور دوڑ ضروری قرار دے دی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی شدت پیاس کو دیکھا، حضرت ہاجرہ کی لگن اور بے چینی کو محسوس کیا اور اُن کے کانوں تک یہ آواز پہنچائی، کہ اے ہاجرہ! ننھے اسماعیل کے پاس جاؤ، اب تلاش وجستجو کی ضرورت نہیں ہے۔

اب پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہم نے اسماعیل کے قدموں میں پانی کا نظم کر دیا ہے؛ چناں چہ جا کے دیکھا تو جہاں حضرت اسماعیل ایڑیاں رگڑ رہے تھے اسی جگہ سے، سرد اور شیریں پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا، حضرت ہاجرہ نے میٹر باندھی اور فرمایا زم زم ٹھہر جا، ٹھہر جا، یہ زم زم جسے ہم اور آپ تبرک سمجھ کے پیتے ہیں، جس پانی میں اللہ کے رسول نے بیماریوں سے شفاء بتلائی ہے، یہ متبرک پانی حضرت ہاجرہ کی محنت اور مشقت کے بعد مسلمانوں کو ملا ہے، اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔"

کچھ دنوں بعد عرب کا جرہم نامی قبیلہ بھی وہاں آ کر آباد ہو گیا اور حضرت ہاجرہ حضرت اسماعیل کو لے کر سکون کی زندگی کی گذارنے لگیں، اب حضرت اسماعیل بڑے ہو رہے ہیں، جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہے ہیں، اور اس قابل ہو رہے ہیں کہ ماں، باپ کی خدمت کریں، والد کا ہاتھ بٹائیں، ان کے کاموں میں شرکت کریں، مگر اللہ کو تو کچھ اور ہی منظور تھا، حکم ہوا کہ اے ابراہیم! امتحان کی تیاری کرو، خود بھی تیار ہو جاؤ اور اپنے لختِ جگر اسماعیل کو بھی تیار کر لو، اور ان سے کہہ دو کہ ہماری راہ میں اپنی جان کی قربانی پیش کریں

اے مسلمانو! ذرا سوچو تو سہی! کس کے ذبح کا مطالبہ کیا جا رہا تھا؟ حضرت ابراہیم سے کس چیز کی قربانی طلب کی گئی تھی؟

کسے قربان کرنے کے لیے کہا گیا تھا؟

وہ بیٹا، بڑھاپے میں جسے حضرت ابراہیم نے اللہ سے مانگا تھا۔

وہ لاڈلا، جو آنکھ کا تارا تھا۔

وہ فرزند، جو بڑھاپے کا سہارا تھا۔

وہ نیک بخت لڑکا، جو ماں کا جگر پارہ تھا۔

وہ لختِ جگر، جسے حضرت ہاجرہ نے بے آب وگیاہ وادی میں پالا تھا۔

وہ نورِ نظر، جس سے حضرت ابراہیم کی بے شمار امیدیں وابستہ تھیں۔

وہ چہیتا جو گلشن ابراہیمی کا تنہا ایک پھول تھا۔

وہ ہر دل عزیز بیٹا، جو اس خان دان کا ہونہار چشم و چراغ تھا۔

آج اسی قندیل کو بجھانے کا حکم دیا گیا تھا۔

آج ان ہی صفات کے حامل حضرت اسماعیل کی قربانی کا مطالبہ کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں ذبح کا حکم دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے حضرت اسماعیل کو یہ پیغام سنایا، اور کہا "يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى" اے میرے پیارے، اے ہاجرہ کے جگر پارے، میں نے خواب دیکھا ہے، کہ راہِ خدا میں تمھیں ذبح کر رہا ہوں، اللہ کے راستے میں تمھیں قربان کر رہا ہوں، تمہارا کیا خیال ہے؟ غور وفکر کر لو، تمہاری کیا رائے ہوتی ہے۔

سامعین کرام! کلیجے پہ ہاتھ رکھ کر سوچیے اور قربان جایئے اس فداکاری اور جاں نثاری پر، عبرت حاصل کیجیے، باپ بیٹے کی اس اطاعت شعاری سے، پتہ ہے آپ کو حضرت اسماعیل نے کیا جواب دیا؟ انھیں معلوم تھا کہ

میرے والد نبی ہیں اور نبی کا خواب بھی سچا ہوا کرتا ہے، انتہائی وقار وسکون کے ساتھ فرمایا "یَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ" اے ابا جان! آپ میری رائے کیوں معلوم کررہے ہیں؟ اللہ نے جو آپ کو حکم دیا ہے، اسے کرگذریے، اللہ کے حکم کی تعمیل کیجیے اور رہا میرا مسئلہ تو: "سَتَجِدُنِيْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ" میں اف تک نہیں کروں گا، ان شاء اللہ آپ مجھے صابر وشاکر پائیں گے، کیا کہنا

سعادت مند بیٹا جھک گیا، فرمانِ باری پر
زمین وآسماں حیراں تھے، اس طاعت گذاری پر
عجب بشاش تھے دونوں، رضائے ربِ عزت پر
تامل یا تذبذب کچھ نہ تھا، دونوں کی صورت پر

حضرت ابراہیم اپنے وفا شعار بیٹے کا جواب سن کر، مطمئن ہوگئے، اور حضرت اسماعیل کو لے کر قربان گاہ کی طرف روانہ ہوگئے، اِدھر حضرت ابراہیم نکلے، اور اُدھر شیطان حضرت ہاجرہ کے پاس پہنچا اور حضرت ابراہیم کے خلاف انھیں بھڑکانا چاہا، بیٹے کی قربانی کا حوالہ دے کر، اُن کے دل میں حضرت ابراہیم کے متعلق نفرت وکدورت پیدا کرنے کی کوشش کی؛ مگر جب وہاں سے ناکام ہوا، تو حضرت ابراہیم کے پاس پہنچا اور کہنے لگا:

میاں کہاں جارہے ہو؟

بیٹے کو قربان کرنے؟

ذرا غور تو کرو! بھلا کوئی باپ اپنے بیٹے کو قتل کرتا ہے، یہ اللہ کا کیسا حکم ہے؟

دنیا میں آج تک کسی کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے؟

حضرت ابراہیم فوراً سمجھ گئے کہ یہ کم بخت شیطان ہے، اور ہمیں اس امتحان میں ناکام کرانا چاہتا ہے، پتھر اٹھا کر اسے مارا، شیطان نے پھر آکر بہکانا چاہا، حضرت ابراہیم نے دوبارہ پتھر مارا، پھر وہ آیا اور اس بار بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے مار بھگایا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے اس عمل کو قیامت تک کے لیے زندہ اور باقی رکھا، حاجیوں سے پوچھیے! آج بھی انھیں "رمیِ جمار" کرنی پڑتی ہے۔

بہرحال حضرت ابراہیم مقام ذبح پر پہنچ گئے، حضرت اسماعیل کو لٹایا، اور چھری تیز کرنے لگے، مسلمانوں عجیب سماں تھا وہ:

زمین بھی خاموش تھی
آسمان بھی ساکت تھا
چرند اور پرند خاموش تھے
ہواؤں نے چلنا بند کردیا تھا
کلیوں نے چہچہانا چھوڑ دیا تھا
ساری مخلوق حیران وششدر تھی کہ کیا ہونے جارہا ہے؟

زمیں سہمی پڑی تھی آسماں ساکت تھا بے چارہ
نہ اِس سے پیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی، کہ کہیں آخری وقت میں بیٹے کی محبت اس کام سے روک نہ دے، اور حضرت اسماعیل کے گلے پر چھری رکھ دی، اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی جگہ، مینڈھا وہاں

رکھوادیا اور چھری اسی کے حلق پر چلی، قرآن نے اسی امتحان کا نقشہ کھینچتے ہوئے اعلان کیا: "فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ" جب باپ بیٹے نے ہمارے حکم کے آگے سر تسلیم خم کردیا، اور حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا، "وَنَادَیْنَاهُ اَنْ یَّا اِبْرَاهِیْمَ ، قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا" تو ہم نے آواز لگائی کہ اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچ کردکھایا، اس عظیم امتحان میں بھی تم نے کامیابی حاصل کی "اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ" بھلائی کرنے والوں کے لیے ہمارے یہاں ایسا ہی بدلہ ہے، اچھائی کرنے والوں کو ہم اسی طرح انعام واکرام سے نوازتے ہیں، اور اتنا ہی نہیں؛ بلکہ آج

ہم اور آپ امتحان دیتے ہیں

ہمارے بچے امتحان دیتے ہیں

مدرسے کے طلبہ امتحان دیتے ہیں

اگر امتحان سخت ہوتا ہے تو ہمارے بچے کہتے ہیں، کہ امتحان مشکل تھا، اسکول کے لڑکے کہتے ہیں، امتحان سخت تھا؛ لیکن قربان جایئے اس امتحانِ ابراہیمی کی عظمت ورفعت کے، اندازہ لگایئے اِس امتحان کی سختی کا، یہاں تو خود امتحان لینے والا یہ کہہ رہا ہے "اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِیْنُ" کہ یہ تو بڑا واضح امتحان تھا، بڑا مشکل پرچہ تھا، جسے ابراہیم نے پورا کردکھایا۔

میری نگاہ نے جھک جھک کے کردیئے سجدے
جہاں جہاں سے تقاضائے حسن یار ہوا

یہ قربانی، حضرت ابراہیم کی اُن ہی قربانیوں کا نتیجہ ہے، جو اُس وقت سے لے کر آج تک امت مسلمہ کا شعار رہا ہے۔

صحابہ کرام نے اِسی قربانی کے متعلق حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا تھا "مَا هِيَ الْأَضَاحِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" اے اللہ کے رسول، یہ جو ہم قربانی کرتے ہیں، جانوروں کا خون بہاتے ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "هِيَ سُنَّةُ أَبِيْكُمْ إِبْرَاهِيْمَ" یہ تمہارے بزرگ باپ حضرت ابراہیم کی سنت ہے، صحابہ نے پھر پوچھا "مَا لَنَا فِيْهَا" اے اللہ کے نبی ہمیں اس میں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا "لِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ" جانور کے ہر بال کے بدلے تمہیں ایک نیکی ملے گی۔

روایتوں میں آتا ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن، ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے یہاں قربانی سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام ہمیشہ قربانی فرماتے رہے، اور پوری امت کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر ان کے پاس وسعت ہو، مال کی فراوانی ہو تو وہ ضرور قربانی کیا کریں، اپنی طرف سے بھی کریں، اپنے اہل وعیال کی طرف سے بھی کریں۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر قربانی کا جانور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھی "اَللّٰهُمَّ هٰذِهِ عَنِّيْ وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِيْ" اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے بھی ہے۔

اور میری امت کے غریبوں کی طرف سے بھی ہے۔

میری امت کے فقراء اور محتاجوں کی طرف سے بھی ہے۔

اے اللہ میری اس قربانی کو میری امت کے ناداروں اور مفلسوں کی طرف سے بھی قبول فرما۔

اوران لوگوں کو بھی اس کا ثواب دے، جو قربانی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

جن کے پاس اتنا پیسہ اور سرمایہ نہیں ہے کہ وہ تیری راہ میں جانور کا خون بہائیں۔

اس لیے اے مسلمانو! ہم بھی قربانی کریں اور شوق کریں، پورے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ کریں، اور قرآن کی اس آیت پر یقین رکھیں "لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ" کہ اللہ کے دربار میں ہماری قربانیوں کا گوشت نہیں پہنچتا، قربانی کا خون اللہ کے وہاں نہیں جاتا، اللہ تو ہمارے تقوے کو دیکھتے ہیں، ہمارے اخلاص اور دل کو دیکھتے ہیں، اللہ کی بارگاہ میں ہماری نیت دیکھی جاتی ہے۔

مسلمانو! قربانی کے بے شمار فضائل ہیں، قربانی کرنے پر اللہ نے بہتر ثواب اور اچھا بدلہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے، اللہ کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں "سَمِّنُوْا ضَحَايَاكُمْ فَاِنَّهَا عَلَى الصِّرَاطِ مَطَايَاكُمْ" اے لوگو! قربانی کے جانور کو خوب کھلاؤ، اس کی دیکھ ریکھ کرو، اسے کھلا پلا کر خوب موٹا کرو؛ اس لیے کہ کل قیامت کے دن، صراط کے باریک پل پر یہ تمہاری سواریاں ہوں گی، ان پر بیٹھ کر آسانی سے تم یہ مشکل پل پار کرلوگے۔

دوستو! جہاں قربانی کی شریعت میں اہمیت ہے، اللہ کے نبی نے اسے کرنے کی ترغیب دی ہے، وہیں قربانی نہ کرنے والوں کے لیے بڑی سخت وعید بھی ہے، وہ لوگ جو روپے پیسے رکھ کر بھی قربانی نہیں کرتے، اللہ کے رسول نے ان پر انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، آپ فرماتے ہیں: "مَنْ

وَّجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرُبَنَّ مُصَلَّانَا" جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے۔

اللہ نے اسے نوازا ہے، پھر بھی وہ قربانی جیسی اہم عبادت کو انجام نہ دے آپ فرماتے ہیں: خبردار! خبردار! ایسا شخص ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے مسلمانوں کی اس خوشی میں وہ شرکت نہ کرے۔

اس لیے اے مسلمانو! ابھی بھی وقت ہے، قربانی کے تین دن ہیں، اگر ہم نے ابھی تک قربانی کا ارادہ نہیں کیا ہے تو اسی وقت قربانی کرنے کا عزم کرلیں، اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وعید سے بچ جائیں، اگر اللہ کے نبی خوش ہیں، تو یاد رکھیے ہماری دنیا بھی آباد ہے، اور ان شاء اللہ آخرت میں بھی ہمیں کامیابی وسرخ روئی حاصل ہوگی، اللہ پاک ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلائیں، اور اس سنت ابراہیمی کو پوری زندگی ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اشک ہائے فراق

بموقع: فراغت دورۂ حدیث شریف ۲۲/۱۴۲۱ھ

نتیجۂ فکر..عبدالحلیم طالب بستوی

دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام
جاتا ہے تجھ کو چھوڑ کے بندوں کا اژدہام

جب سر زمینِ ہند تھی پیاسی علوم کی
دنیا کو احتیاج تھی دینی امور کی
ایسے میں تھی ضرورت اسلامی نور کی
دارالعلوم تو نے ہی حاجت یہ دُور کی

نازک ترین دور میں تیرا ہوا قیام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

دنیا میں کفر وشرک کا چرچا تھا، شور تھا
بدعات اور، رسوم کا ہرسمت زور تھا
اہلِ حدیث اور، روافض کا دور تھا
الغرض دین مصطفیٰ زندہ بگور تھا

ادیانِ باطلہ کا کیا تونے اختتام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

آگے بڑھے تھے قاسم وعابد ترے لیے
دیکھا تھا خواب شاہ رفیع نے ترے لیے

بتلائی تھی نبیؐ نے علامت ترے لیے
اسلاف نے بھی کی تھیں دعائیں ترے لیے

یوں غیب سے ہوا ہے ترا نظم وانتظام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

دارالعلوم علم کا تو کوہِ طور ہے
اشرف علی رشید کی آنکھوں کا نور ہے
محمود اور حسین کے دل کا سرور ہے
طیب کی کوششوں کا تو واضح ظہور ہے

اخلاصِ بزرگاں نے دیا تجھ کو یہ مقام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

مرغوبِ محترم ہیں یہاں میرِ کارواں
ارشد سا باکمال مربی کوئی کہاں
نورِ نصیر خاں سے منور ہے یہ جہاں
خوش بوئے عبدِ حق سے معطر ہے گلستاں

افسوس چھوٹ جائے گا اِن مشفقوں کا جام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

ہے جن کے دم سے علم کا دریا یہاں رواں
بحر العلوم حضرتِ نعمت ہیں وہ یہاں
فخرِ ادب ریاست علی بھی ہیں مہرباں
ہم کو ملی ہے آپ سے تہذیب کی زباں

صد حیف آج اِن سے جدائی کا ہے مقام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

ساقی ہیں جامِ نبوی کے حضرت حبیبؔ بھی
انداز آپؔ کا نہیں بھولیں گے ہم کبھی
مفتی سعید آپ پہ نازاں تھے ہم سبھی
دل مانتا نہیں کہ تمہیں چھوڑدیں ابھی
پائیں گے آپ سا کہاں تحقیق کا امام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

مفتی امینؔ کے دم سے ہیں خاموش بدعتیں
نورِ قمرؔ سے ہوگئیں کافور ظلمتیں
لائی ہیں رنگ حضرتِ عثمانؔ کی محنتیں
ناکام ساری ہوگئیں مرزا کی سازشیں
ان ظالموں پہ ایسی لگائی گئی لگام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

مشفق ہمارے عبدِ خالقؔ بھی تھے یہاں
اِن ہی کے دم سے آج ہے سرسبز گلستاں
کیوں کر نہ ہم فدا کریں تم پر یہ قلب وجاں
اتنا حسین تم نے بنایا ہے آشیاں
ہیں مدح خواں تمہارے اے شیخ خاص وعام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

شمشادؔ اور عمادؔ سے تھی رونقِ چمن

امجدؔ، سراجؔ، لقمانؔ سے قائم تھی انجمن
اشرف، امیر ونورؔ بھی آپس میں تھے مگن
قربان تم پہ طاہرؔ و فیاضؔ تھا یہ من
تھا اے شفیقؔ آپ کا ہر دل میں احترام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

مغموم ہیں غیاثؔ، اُسامہؔ اُداس ہیں
مشتاق، شمسؔ، طیبؔ وراشد اُداس ہیں
یحیٰی، حسیبؔ، سیفؔ، ولیؔ بھی اُداس ہیں
غم گین ہیں طفیلؔ اور عابد اُداس ہیں
محمودؔ اور انیسؔ پہ چھائی ہے غم کی شام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

سلمانؔ اور مجیبؔ وسعیدؔ اشک بار ہیں
رضوان اور عزیزؔ ورضا بے قرار ہیں
عبدِ الٰہؔ اور رفیؔ سوگ وار ہیں
درد والم کی کشتی پہ شاہد سوار ہیں
کہرام مچ گیا ہے جدائی کا سن کے نام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

بھائی نسیمؔ واقعی تم تھے وفا شعار
لے کر چلے تھے طالبانِ دین کی قطار
ماتم کناں ہیں زاہدؔ وعدنانؔ اور وقارؔ
کیسے بھلاسکیں گے جو تم نے دیا ہے پیار

سب کو تمہاری یاد رُلائے گی صبح وشام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

معراج اور عبید تھے مانند کہکشاں
خورشید مثلِ چاند تھے ہم سب کے درمیاں
اے مصطفیٰ تمہارا تھا ہر ایک قدر داں
واحد، نثار سا کوئی ہم دم نہ تھا یہاں
ہر ایک کی زباں پہ ہدایت تھا تیرا نام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

کہتی ہے ہم سے مادرِ علمی ہماری آج
اپنا سمجھ کے رکھا ہے سرپر تمہارے تاج
رکھنا اے پیارے بیٹو ہر آن میری لاج
ایسا عمل نہ کرنا کہ آجائے مجھ پہ آنچ
تم کو تمہاری ماں کا ہے یہ آخری پیام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

دارالعلوم تیری حفاظت کرے خدا
طالب بھی تجھ کو چھوڑکے سوئے وطن چلا
جاتا ہے تیرے در سے ہمارا بھی قافلہ
سب کہہ رہے ہیں کاسۂ آخر ہمیں پلا
اللہ اپنے فضل سے بخشیں تجھے دوام
دارالعلوم مادرِ علمی تجھے سلام

سکوں حرام ہے، اب میرے انہدام کے بعد

از.....................ندآء خیالی

۶ ردسمبر ۱۹۹۲ء کی الم انگیز شام کو، شرپسندوں کے ہاتھوں، تاریخی بابری مسجد کی ''شہادت'' کے بعد، زمیں دوز عمارت کے ملبوں، شکستہ حال گنبد ومحراب کے ذروں، اور مظلوم درودیوار کے ریزوں سے نکلی ہوئی ''دردناک صدا'' جو فرزندانِ توحید کے آپسی انتشار وخلفشار اور اُن کی باہمی رسہ کشی پر ''آہ وزاری'' کرتے ہوئے، پورے عالم اسلام سے اتحاد وہم آہنگی کا لباس پہننے کی اپیل کررہی ہے۔ (مؤلف)

اٹھو اٹھو دمِ رخصت سلام لو میرا
پیامِ دعوتِ توحید تھام لو میرا
کہاں ہو ایک خدا کو پکارنے والو!
دلوں میں عظمتِ ایمان اتارنے والو!
عروسِ زیست کی زلفیں سنوارنے والو!
میرے وجود کی بازی کو ہارنے والو!
یہ ریزہ ریزہ سی اینٹیں پکارتی ہیں تمہیں
مرے لہو کی یہ چھینٹیں پکارتی ہیں تمہیں
نظر نظر میں مری یاد کو بسائے ہوئے
دلوں میں مشعلِ عزم ویقیں جلائے ہوئے
غرور حلقۂ باطل پہ تلملائے ہوئے

ہر اک پیامِ نبوت گلے لگائے ہوئے
رسول پاک کی امت کے نونہالو اٹھو
اٹھو اٹھو رہِ اسلام کے جیالو اٹھو
نئے مزاج میں اپنے کو ڈھالنا ہے تمہیں
اٹھو کمند ستاروں پہ ڈالنا ہے تمہیں
سسکتی قوم کو غم سے نکالنا ہے تمہیں
اٹھو کہ نظمِ گلستاں سنبھالنا ہے تمہیں
بصد خلوص یہ میرا پیام لے کے اٹھو
جہاں میں دعوتِ خیر الانام لے کے اٹھو
تمام عالم امکاں کو ساتھ لے کے چلو!
زمیں پہ مشعلِ راہِ نجات لے کے چلو!
نبی کا سوز، عمر کی صفات لے کے چلو!
کلام پاک کا نظمِ حیات لے کے چلو!
یہ دین ایک امانت ہے سارے عالم کی
تمہیں سپرد، امامت ہے سارے عالم کی
مرا لہو میری عالم میں واپسی کے لیے
پکارتا ہے تمہیں فرضِ منصبی کے لیے
بہارِ دین محمدؐ کی تازگی کے لیے
اٹھو سفینۂ عالم کی رہبری کے لیے
بلالؓ وحیدرؓ وخالدؓ سی ہستیاں بن کر

مٹاؤ سطوتِ باطل کو آندھیاں بن کر
وفا کے پھول ہر اک گام پر بچھاتے چلو!
لہو کے دیپ ہر اک موڑ پہ جلاتے چلو!
تمہارے پاس، جو دولت ہے، وہ لٹاتے چلو!
جہاں میں نغمۂ توحید گنگناتے چلو!
بھنور میں کشتیٔ ملت ہے، ڈگمگائی ہوئی
بڑھو کہ سامنے جنت ہے، جگمگائی ہوئی
یہ عشرتیں، یہ تغافل، یہ مستیاں کب تک؟
"عروس زر" پہ مٹیں گی، جوانیاں کب تک؟
رسوم وجہل کا یہ سیل بے کراں کب تک؟
یہ بات بات پہ، آپس میں تلخیاں کب تک؟
یہ آخری ہے میری التجا سلام کے بعد
سکون حرام ہے، اب میرے انہدام کے بعد

آپ کی لائبریری کے لئے فکری اور اصلاحی کتابیں

- خطبات حکیم الامت
- دعوت وتبلیغ
- آداب انسانیت
- جزا وسزا
- حقوق الزوجین
- برکات رمضان
- دنیا وآخرت
- محاسن اسلام
- جہاں دیدہ
- فقہی مقالات ۳ جلدیں
- علم الصیغہ اردو
- بڑوں کا بچپن
- بیس بڑے اولیاء
- قرۃ العین
- نظر طحاوی
- فیوض ربانی
- تقریر ترمذی حضرت تھانویؒ
- مثالی خواتین
- باتیں ان کی یاد رہیں گی
- باتیں ان کی یاد رہیں گی
- اکابر دیوبند کیا تھے؟
- سات دن کی دلچسپ تقریریں
- رحمتِ دو عالمؐ
- سنّت ابراہیمؑ
- رسول اللہ ﷺ کے آنسو
- رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹیں
- صحابہ کے آنسو
- صالحین کے آنسو
- مسائل نکاح واحکام طلاق
- تراشے
- ہمارا معاشی نظام
- زبان کی حقیقت
- مجالس ابرار
- روح کی بیماریاں
- مبادیات حدیث
- ملفوظات شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ
- حجاب (پردہ کے شرعی احکام)
- ارشاداتِ اکابر
- سدا بہار تقریریں
- فکر انگیز تقریریں
- بارہ مہینوں کی بارہ تقریریں
- بے مثال تقریریں
- خطبات ذوالفقار
- مواہب ربانیہ
- اقرب الوسائل
- مسائل رمضان
- دنیا کی حقیقت
- ہمارا تعلیمی نظام

ZAM ZAM BOOK DEPOT
DEOBAND -247554